اللہ و رسولہ اعلم

(مستدرک للحاکم

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے



قسط دوم

مؤلف

مولانا حسن علی

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

مدرس جامعہ نظامیہ انوارِ مصطفیٰ راج گڑھ چوبرجی لاہور

قسط دوم:

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے

(مستدرك للحاكم)

مؤلف:

مولانا حسن علی

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

مدرس جامعہ نظامیہ انوار مصطفیٰ راج گڑھ چوبرجی لاہور

اھداء

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء شیخ مشائخنا استاذ الاجل شیخ الحدیث والتفسیر

علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی متعنا اللہ بطول حیاتہٖ

ناظم تعلیمات وشیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گر قبول افتدز ہے عز و شرف

العبد الفقیر الی اللہ الغنی حسن علی

مدرس جامعہ نظامیہ انوارِ مصطفیٰ راجگڑھ لاہور

انتساب

میں اپنے اس رسالہ کا انتساب

"اللہ ورسولہ اعلم کہنے والے اصحاب

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم"

کی طرف کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

العبد الفقیر حسن علی غفرلہ

0331-4582126

فہرست

تقریظ

فخر المدرسین فاضلِ جلیل عالمِ نبیل حضرت علامہ مولانا محمد اللہ بخش قادری تونسوی حفظہ اللہ

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نہایت مختصر اور وقیع رسالہ ''اَللّٰہ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ'' مصنفہ شیخ الجرح والتعدیل علامہ مولانا حسن علی دامت برکاتہم العالیہ مدرس جامعہ نظامیہ انوارِ مصطفیٰ' موصول ہوا۔ بحمدہٖ تعالیٰ نہایت علمی و تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ عوام وخواص سب کے لیے یکساں مفید ہے۔ رسالہ ہٰذا میں مدعا ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ علم الجرح والتعدیل بھی ہے، اصولِ حدیث بھی ہے۔ معرفۃ اسماء الرجال بھی ہے، نیز کئی کتب احادیث اور کتب نقدِ رجال کا نچوڑ بھی ہے۔ جو اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس رسالہ کا مؤلف حدیثِ پاک اور اس کے متعلقات کے بحر میں غوطہ زن ہے۔

حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز انتہائی صاحب مطالعہ ہیں اور ان کا مطالعہ قابل قدر ہے بالخصوص احادیث شریفہ اور اس کے متعلقات مثلاً علم اصولِ حدیث اور علم الرجال وغیرہ میں بفضلہٖ تعالیٰ کامل مہارت اور یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ الحمد للہ فقیر راقم السطور جب بھی ان کے آستانے پر حاضر ہوا انہیں حدیث، اصول، تاریخ وغیرہ علوم کی کتب کا مطالعہ کرتے پایا۔ وللہ الحمد۔

ان کے ذاتی کتب خانہ سے بھی فقیر راقم السطور مشرف ہوا اور دیکھا کہ کتب خانہ ہٰذا میں ہر فن کی کتب موجود ہیں بالخصوص کتب حدیث، اسماء الرجال، کتب اصولِ حدیث،

کتب الجرح والتعدیل وغیرہ۔

انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ حضرت مؤلف زید مجدہ اس رسالہ کی تصنیف سے پہلے چند اور علمی وتحقیقی رسائل بھی تصنیف کر چکے ہیں جو عوام وخواص سب میں یکساں مقبول ہوئے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت شاقہ کو اپنی مقدس بارگاہ میں مقبول بنا کر ان کا نفع عام کرے، مؤلف اور ان کے والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور مزید انہیں دین متین کی خدمت نصیب فرمائے۔ آمین

حررہ الراجی عفو ربہ الکریم محمد اللہ بخش قادری تونسوی

غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ

المدرس بالجامعۃ النظامیۃ الرضویۃ داخل فی باب لوھاری لاہور

۲۰۱۶-۷-۲۶ یوم الثلاثاء

مقدمہ از مؤلف

الحمدلله والصلوٰة والسلام علی رسول اللهﷺ

امابعد

یہ مختصر رسالہ بنام ''اللہ ورسولہ اعلم'' (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے) اول سے آخر تک اس موضوع پر تحریر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال پوچھنے پر جواباً یہ عرض کرتے تھے '' اللہ ورسولہ اعلم'' (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے) اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس جواب دینے کے انداز کارد نہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس جواب دینے کے انداز سے راضی تھے۔ یوں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عمل پر انکار نہ کرنا حدیثِ تقریری ہوگئی۔

کماتقرر فی کتب المصطلح

اور آپ اس بات سے بخوبی آگاہ ہو کہ جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول، فعل حجت ہے، اسی طرح بالاتفاق آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر بھی حجت ہے۔

نہایت افسوس وتعجب ہے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد المتوفی ۱۴۳۵ھ پر انہوں نے اپنے رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ۱۰۲ص ۱۸ میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں تو اللہ ورسولہ اعلم کہہ سکتے تھے لیکن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وفات کے بعد ''اللہ اعلم'' تو کہہ سکتے ہیں لیکن ''اللہ ورسولہ اعلم'' نہیں کہہ سکتے'' اس بنا پر انھوں نے

مستدرک حاکم کی وہ حدیث جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں ''اللہ ورسولہ اعلم'' کہا تھا کو ضعیف قرار دیا۔ حالانکہ یہ حدیث امام مسلم وامام بخاری کی شرط پر بالکل صحیح ہے۔جیسا کہ امام حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔

ہم نے رسالہ ہذا میں اس بات کی تحقیق کی ہے کہ مستدرک حاکم کی یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور کتب اصول حدیث سے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ شیخ زبیر علی زئی کا اس حدیث کو ضعیف کہنا کتب اصولِ حدیث کے بھی خلاف ہے، نیز دوسری صحیح احادیث بھی جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ''اللہ ورسولہ اعلم'' سوال کے جواب میں کہا ذکر کی ہیں اور اس بارے میں علماءِ اسلام کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ چالیس سے زائد احادیث اللہ ورسولہ اعلم کے موضوع پر تخریج وتحقیق کے ساتھ ذکر کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔آمین۔

حسن علی

مدرس: جامعہ نظامیہ انوار المصطفیٰ راجگڑھ لاہور

فون نمبر:0331-4582126

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مستدرک حاکم کی روایت صحابہ کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ''اللہ ورسولہ اعلم'' کہنا۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے کہا: تمہارے خیال میں یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی؟

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ الخ (البقرہ ٢٦٦)

ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں اس کے لیے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غضبناک ہوئے، پس کہا تم صاف صاف کہو تم جانتے ہو یا نہیں جانتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔ اے امیر المومنین! میرے دل میں اس آیت کے متعلق کچھ چیز ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے بتاؤ اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس آیت میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سے عمل کی مثال بیان کی گئی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک عمل کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک مالدار آدمی اللہ کی اطاعت میں عمل کرتا ہے، پھر اللہ اس کے اوپر شیطان بھیج دیتا ہے۔ پھر شیطان اس

سے گناہ کراتا ہے حتی کہ اس کے اعمال برباد کر دیتا ہے۔

(مستدرك للحاكم ج٤،ص٢٦٣۔حديث٦٤١٧)

قال الحاكم :هذاحديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه

یہ حدیث امام بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور انھوں نے اس کو تخریج نہیں کیا۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد الله ورسوله اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے) کہنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔

حدیث کی سند:

ابوعبدالله الصفار ثنااسماعيل بن اسحاق ثنا سليمان بن حرب ثنا حمادبن زيدثنا ايوب عن ابن ابى مليكه

اس سند کے تمام رجال بخاری و مسلم کے ہیں۔سوائے ابوعبداللہ الصفار اور اسماعیل بن اسحاق کے۔

سند کی تحقیق:

ابوعبدالله الصفار: یہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد الاصبہانی الصفار ہیں۔

امام حاکم نے کہا:هو محدث عصره۔وہ اپنے زمانے کے محدث ہیں۔

امام ذھبی نے کہا: شیخ،امام،محدث،قدوہ

(سیراعلام النبلاء ج15ص438)

امام تاج الدین سبکی نے کہا کہ

المحدث الرجل الصالح "محدث تھے نیک انسان تھے"

(طبقات الشافعیہ السبکی ج3، ص178)

حافظ ابن کثیر نے کہا: محدث عصرہ بخراسان: خراسان میں اپنے زمانے کے حدیث کے امام تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج12ص184)

(۲) اسماعیل بن اسحاق:

خطیب بغدادی نے کہا

کان عالما متقنا فقیها امام متقی اور فقیہی تھے۔

(تاریخ بغداد ج6، ص284)

امام ذہبی نے کہا: امام، علامہ، حافظ، شیخ الاسلام۔

(سیرا علامہ النبلاء ج3،ص339)

حافظ ابن کثیر نے کہا:

کان حافظافقیها مالکیا حافظ اور مالکی فقیہی تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج11،ص341)

(۳) سلیمان بن حرب:

یہ سلیمان بن حرب بجیل الازدی بخاری و مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔

(تاریخ الکبیر ج4،ص29)

(٤) حمادبن زید:

یہ حماد بن زید بن الازدی بخاری اور مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔

(تاریخ الکبیر ج3ص28)

(۵)ایوب:

یہ ایوب بن ابی تمیمہ ابوبکر السختیانی بخاری اور مسلم کے راوی ہیں۔

(تاریخ الکبیر ج1ص380)

(٦)ابن ابی ملیکہ:

یہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ تابعی بخاری اور مسلم کے راوی ہیں۔

(تاریخ الکبیر ج5ص43)

یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری حدیث ۴۵۳۸ میں بھی ہے۔اس میں واللہ اعلم کے الفاظ ہیں۔

شیخ زبیر علی زئی کا مستدرک حاکم کی حدیث پر جرح:

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد المتوفی ۱۴۳۵ھ نے مستدرکِ حاکم کی اس حدیث جس میں اللہ ورسولہ اعلم کے الفاظ ہیں اپنے رسالہ الحدیث شمارہ نمبر۱۰۲،ص ۱۸ پر نقل کرنے کے بعد ضعیف کہا ہے۔شیخ زبیر علی زئی کی عبارت یہ ہے۔

''آخر میں بطور فائدہ اور بطور تنبیہ عرض ہے کہ نبی ﷺ کا علم سب سے زیادہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ تکیہ کلام تھا اور وہ کثرت سے فرمایا کرتے تھے کہ اللہ ورسولہ اعلم یعنی اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ دیکھئے صحیح بخاری (۵۳۔۸۷۔۴۲۵۔ ۴۴۷) صحیح مسلم ۸ ترقیم دارالسلام ۹۳۔۲۹۶۹۔۴۳۹۷ اور موطا امام مالک ج۱ص ۱۹۲ ح۴۵۲۔

عبید بن عمیر بن قتادہ اللیثی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک دن (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے صحابہ سے کہا کہ یہ آیت اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ تمہارے خیال

میں کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ توانھوں نے کہا: اللہ اعلم۔ اللہ سب سے زیادہ جانتا ہے۔تو عمر رضی اللہ عنہ غصے ہوئے اور فرمایا: کہو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے.........الخ

یعنی صاف صاف جواب دو۔اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اللہ ورسولہ اعلم نہیں کہنا چاہیے بلکہ اللہ اعلم کہنا چاہیے۔مستدرک الحاکم (ج ۳ ص ۵۴۳ ح ۶۳۰۷ مخطوط مصور ج ۳ ص ۲۹۱) کی ایک روایت میں اللہ ورسولہ اعلم" کے الفاظ آئے ہیں اور حاکم نے اسے صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا، لیکن اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔اس کے راوی عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کی سیدنا عمر سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور نہ روایت میں صراحت ہے کہ انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔" زبیر علی زئی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔

شیخ زبیر علی زئی : مستدرک حاکم کی حدیث کو ضعیف قرار دینا بہت بڑی غلطی ہے:

میں کہتا ہوں۔" شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد المتوفی ۱۴۳۵ھ کا مستدرک حاکم کی روایت کو ضعیف کہنا اور یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد اللہ ورسولہ اعلم نہیں کہنا چاہیے۔ یہ اصولِ حدیث اور کتبِ حدیث اور علماءِ اسلام کی آراء سے عدم مطالعہ کی بنا پر ہے۔ مستدرک حاکم کی یہ روایت بخاری اور مسلم کی شرط پر بالکل صحیح ہے۔جیسے امام حاکم نے کہا۔ وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مستدرک حاکم کی حدیث کی سند میں انقطاع ہے۔ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے۔تو عرض یہ ہے کہ یہ انقطاعِ مضرِ صحتِ حدیث نہیں کیونکہ صحیح بخاری (۴۵۳۸) کی روایت میں عبداللہ بن ابی

ملیکہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو سننے کی صراحت کی ہے۔ جب صراحت موجود ہے کہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، لہٰذا پھر زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ ”نہ روایت میں صراحت ہے کہ انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا۔“ بڑا تعجب خیز ہے۔

صحیح بخاری کی سند:

حدثنا ابراھیم اخبرنا ھشام ابن جریج سمعت عبدالله بن ابی ملیکه یحدث عن ابن عباس قال و سمعت اخاه ابابکر بن ابی ملیکه یحدث عن عبید بن عمیر قال قال عمر

”امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے سنا وہ حضرت ابن عباس سے حدیث بیان کرتے تھے۔ ابن جریج نے کہا میں نے ان (عبداللہ بن ابی ملیکہ) کے بھائی ابوبکر بن ابی ملیکہ سے سنا ہے۔ وہ حدیث بیان کرتے تھے از عبید بن عمیر سے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر نے کہا۔

عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے۔ جیسے بخاری کی سند سے واضح ہے۔ عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کبھی تو اس حدیث کو ابن عباس از عمر کے واسطے سے بیان کیا۔ جیسے بخاری میں ہے اور کبھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے کے بغیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو بیان کیا جیسے مستدرک حاکم ۶۳۱۷ میں، اب شیخ زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ مستدرک حاکم کی سند میں صراحت نہیں کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ نے

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس روایت کو سنا ہے؟ درست نہیں کیونکہ کتب حدیث اس طرح کی مثالوں سے سے بھری پڑی ہیں اور محدثین نے ان روایات کو صحیح کہا ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مستدرک حاکم کی حدیث کی تصحیح کی تائید میں صحیح بخاری سے مثال:

حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو صرف آپ کا بھائی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے اللہ کے دین اور اس کی کتاب کے لحاظ سے بھائی ہو اور وہ میرے لیے حلال ہے۔"

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب تزویج الصغار من الکبار ج ۵۰۸۱)

حدیث کی سند:

عبداللہ بن یوسف از اللیث از یزید از عراك از عروہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تحقیق:

اب زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں انقطاع ہے۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تابعی ہیں (فانظر تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۱۵) ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ثابت ہی نہیں۔ اب جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح کا پیغام دیا تھا اس وقت تو عروہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اب لازماً عروہ بن زبیر نے اس حدیث کو کسی نہ کسی سے سنا ہوگا جس کا انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عروہ بن زبیر کی خالہ ہیں اور سیدہ اسماء عروہ کی والدہ ہیں۔ شیخ زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق (جو مستدرک حاکم کی

اللہ ورسولہ اعلم کی حدیث کے بارے میں ہے) عروہ بن زبیر کی حدیث میں صراحت نہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو سنا ہے۔ لہٰذا یہ روایت منقطع ہے جو ضعیف کی قسم ہے۔ جبکہ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔

یہ ہی اعتراض علامہ اسماعیلی نے عروہ بن زبیر کی حدیث پر کیا تھا جس کا جواب خاتم الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی المتوفی ۸۵۲ نے فتح الباری بشرح صحیح بخاری میں دیا ہے۔

بخاری کی حدیث کی سند پر علامہ اسماعیلی کا وہی اعتراض جو مستدرک حاکم کی حدیث پر زبیر علی زئی کا اعتراض اور علامہ ابن حجر عسقلانی کا جواب:

ثم الخبر اوردہ مرسل، فان کان یدخل مثل ھذا فی الصحیح فیلزمہ فی غیرہ من المراسیل قلت وان کان صورۃ سیاقہ الارسال، فالظاھر انہ سمع ذلک عن خالتہ عائشۃ اوامہ اسماء بنت ابی بکر وقدقال ابن عبدالبر: اذاعلم لقاء الراوی لمن اخبرعنہ ولم یکن مدلساحمل ذلک علی سماعہ ممن اخبرعنہ،

پھر یہ حدیث جس کو امام بخاری نے مسند میں ذکر کیا ہے مرسل (منقطع) ہے۔ پھر اگر اس مرسل (منقطع) حدیث کو صحیح بخاری میں درج کیا ہے تو امام بخاری کو چاہیے کہ تمام مراسیل بخاری میں درج کرتے۔ (علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ حدیث صورتا مرسل ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ عروہ نے اس حدیث کو اپنی خالہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا یا اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا اور تحقیق علامہ ابن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ نے فرمایا ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ راوی کی اس سے ملاقات ثابت ہے جس نے اس راوی کو اس حدیث کی خبر دی ہے اور وہ راوی مدلس نہ ہو تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس نے اس سے سنا ہے جس نے اس کو حدیث کی خبر دی ہے۔

(فتح الباری ج ۱۱ کتاب النکاح باب تزویج الصغار عن الکبار ۳۴۶)

نوٹ: عبداللہ بن ابی ملیکہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات بھی ثابت ہے اور خاص اس مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم والی حدیث کو سننا بھی ثابت ہے۔ اور عبداللہ بن ابی ملیکہ مدلس بھی نہیں۔ حضرت عروہ بن زبیر کی اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن کثیر الشافعی المتوفی ۷۷۴ لکھتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر کا مؤقف:

ھذا الحدیث ظاھر سیاقہ کانہ مرسل وھو عند البخاری والمحققین متصل، لانہ من حدیث عروہ عن عائشۃ وھذا من افراد البخاری رحمہ اللہ۔

"اگر چہ یہ حدیث اپنے ظاہری سیاق کے اعتبار سے مرسل ہے لیکن امام بخاری اور دوسرے محققین کے نزدیک متصل ہے۔ اس لیے کہ حدیث عروہ عن عائشہ کے طریق سے ہے۔ یہ حدیث امام بخاری کے مفردات میں سے ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج۳ ص۳۷۵)

جس اصول پر عروہ بن زبیر کی حدیث صحیح ہے اسی اصول پر عبداللہ بن ابی ملیکہ کی

مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم والی روایت صحیح ہے۔

مستدرک حاکم کی حدیث کی تصحیح کی تائید میں مؤطا امام مالک کی مثال:

مالك عن شهاب انه سئل عن رضاعة الكبير فقال أخبرني عروة بن الزبير ان اباحذيفه بن عتبه بن ربيعه وكان من اصحاب رسول الله ﷺ وكان قد شهد بدرا وكان تبنى سالماالذى يقال له سالم مولىٰ ابى حذيفه الخ

''امام مالک فرماتے ہیں ابن شہاب سے رضاعت کبیر (بڑے آدمی کو دودھ پلانا) کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے فرمایا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی ہے کہ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ جو اصحاب رسول ﷺ میں سے تھے۔انہوں نے سالم کو اپنا بیٹا بنالیا تھا چنانچہ انہیں سالم مولیٰ ابی حذیفہ کا جاتا تھا۔الخ

سند کی تحقیق:

یہ مذکورہ سند موطا امام مالک برقم ۱۱۱۳ کی ہے۔ یہ حدیث تفصیل کے ساتھ صحیح مسلم ۱۰۷۶، ابوداؤد ۲۰۶۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۱، مستدرک حاکم ج ۳، ص ۲۲۶ میں موجود ہے۔

اب زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق (جو مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم والی حدیث کے بارے میں ہے) یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ اس موطا کی سند میں انقطاع ہے کیونکہ ابوحذیفہ بن عتبہ یہ جنگ یمامہ میں سن ۱۲ ہجری میں شہید ہو گئے تھے (البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۵۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۶۷ اصابہ ج ۴ ص ۴۳، اسد الغابہ

اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۲۳ یا ۲۶ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں (تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۲۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵۰، التمہید لابن عبدالبر ج ۳، ص ۴۴۸) ان کی ج ۵، ص ۲۸۲) تو آپس میں ملاقات ہی نہیں لہٰذا زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق روایت منقطع ہے جو ضعیف کی قسم ہے۔

امام ابن عبدالبر مالکی کا مؤطا امام مالک کی حدیث پر حکم:

لیکن امام ابن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هذا حديث يدخل في المسند، للقاء عروة عائشة وسائر ازواج النبي صلى الله عليه وسلم ولقائه سهلة بنت سهيل۔

"یہ حدیث مسند کے حکم میں ہے کیونکہ عروہ کی عائشہ اور تمام ازواج النبی ﷺ اور سہلہ بنت سہیل سے ملاقات ثابت ہے۔" (سہلہ یہ ابو حذیفہ بن عتبہ کی بیوی ہیں)

(التمہید لابن عبدالبر ج۳ ص ۶۱۰)

نوٹ: میں کہتا ہوں سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۹۷ ح ۲۰۶۱ کی روایت میں عروہ بن زبیر نے اس روایت کو اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے۔ البانی نے ابوداؤد کی روایت کو صحیح کہا ہے۔

لہٰذا جس اصول پر موطا امام مالک کی روایت صحیح ہے۔ اسی اصول پر مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم والی روایت صحیح ہے۔ فتدبر۔

خلاصۂ بحث:

اس سے معلوم ہوا کہ مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم کی روایت پر ضعف کا حکم لگانا یہ

شیخ زبیر علی زئی کا اپنا خودساختہ اصول ہے۔ جس کا کسی بھی اصولِ حدیث کی کتاب میں ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ کتب اصولِ حدیث اور محدثین کرام اس خودساختہ اصول کے برخلاف ہیں۔ (جس کی وضاحت آگے ہوگی ان شاء اللہ) شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ خودساختہ اصول خود ان کی اپنی کتابوں کے خلاف ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ زبیر علی زئی اپنی کتاب کے آئینے میں:

فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ امام اسماعیل بن اسحاق القاضی المتوفی ۲۸۶ کی کتاب ہے۔ اس کا ترجمہ اور تحقیق شیخ زبیر علی زئی نے بنام فضائل درود وسلام کیا ہے اس کتاب کی حدیث نمبر ۷۳ ملاحظہ فرمائیں۔

فضائل درود وسلام کی حدیث نمبر ۷۳:

حدیث نمبر ۷۳:۔ ''عبدالرحمٰن بن بشر بن مسعود نے کہا: ہم نے کہا، یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا گیا کہ ہمیں آپ پر درود پاک پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور سلام کہنے کا بھی، سلام تو ہم نے پہچان لیا ہے۔ لیکن آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: کہو اللھم صل علیٰ آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم ......الخ

صحیح حدیث ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۷۱''

(فضائل درود وسلام ترجمہ و تحقیق زبیر علی زئی ص ۱۱۷)

نوٹ: میں کہتا ہوں کہ حدیث نمبر ۷۱ دیکھنے سے پہلے حدیث نمبر ۷۲ کو دیکھیں۔ یہ حدیث بھی ماقبل جو ترجمہ کیا گیا وہی ہے سوائے درود کے صیغوں کے وہ یہ ہیں۔

فضائل درود وسلام کی حدیث نمبر ۷۲:

اللھم صل علی محمد کما صلیت علی آل ابراھیم اللھم

بارك علی محمد كما باركت علی آل ابراهيم

صحیح ہے۔اسے نسائی (عمل الیوم واللیلہ:۵۱،السنن الکبریٰ:۹۸۷۹) نے یزید بن زریع کی سند سے روایت کیا ہے۔دیکھئے حدیث سابق ۷۱"

(فضائل درودوسلام، ترجمہ وتحقیق زبیرعلی زئیص۱۱۶)

نوٹ: میں کہتا ہوں کہ اب حدیث نمبر۷۱ دیکھیے جس کا ترجمہ اور درود کے صیغے ماقبل ۷۲۔۷۳ والے ہیں۔اس کی تحقیق کرتے ہوئے شیخ زبیر علی زئی لکھتے ہیں۔

فضائل درودوسلام کی حدیث نمبر۷۱:

"صحیح ہے اسے ابن جریرالطبری نے تفسیر(۲۲/۳۲) میں صحیح سند کے ساتھ ایوب السختیانی سے روایت کیا ہے۔اس کی سند میں انقطاع کا شبہ ہے۔لیکن امام نسائی (۳۔۴۷ ح۱۲۸۷) نے اسے عبدالوہاب بن عبدالمجید حدثنا ہشام بن حسان عن محمد (بن سیرین) عن عبدالرحمٰن بن بشر (بن مسعود) عن ابی مسعود الانصاری (عقبہ بن عمرو) رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

(فضائل درودوسلام ترجمہ وتحقیق زبیرعلی زئی ص۱۱۵)

فضائل درودوسلام کی حدیث نمبر۷۳۔۷۲۔۷۱ کی سندیں اوران کی تحقیق:

سند نمبر۷۱:سلیمان بن حرب ازحماد بن زید ازایوب ازمحمد بن سیرین ازعبدالرحمٰن بن بشرابن مسعوداز نبی ﷺ

سند نمبر۷۲:مسدداز یزید بن زریع ازابن عون ازمحمد بن سیرین ازعبدالرحمٰن بن بشر ابن مسعواز نبی ﷺ

سند نمبر۷۳:نصر بن علی ازعبدالاعلیٰ ازہشام ازمحمد بن سیرین ازعبدالرحمٰن بن بشر

ابن مسعود قال النبی ﷺ۔

تحقیق: میں کہتا ہوں کہ بقول زبیر علی زئی ان سندوں میں جو انقطاع کا شبہ ہے (میں کہتا ہوں کہ ان میں انقطاع کا شبہ نہیں بلکہ یقین ہے) وہ یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن بشر ابن مسعود، یہ ثقہ تابعی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔

ابن حبان نے کہا:

قال البرقانی عن الدارقطنی: عن النبی ﷺ مرسل

امام برقانی نے امام دارقطنی سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن بشر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مرسل حدیث بیان کرتے ہیں۔"

(کتاب الثقات ج٥،ص٨٢،تهذيب الكمال ج١٦ص٥٤٩)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: من الثالثة وارسل حديثا

"عبدالرحمٰن بن بشر طبقہ ثالثہ میں سے ہیں اور مرسل حدیث بیان کرتے ہیں"

(تقريب التهذيب ج١،ص٥٦٢)

اور ابن حجر نے تقریب کے خطبہ میں طبقاتی تقسیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

الثالثة: الطبقة الوسطىٰ من التابعين، كالحسن وابن سيرين۔

تیسرا طبقہ: طبقہ وسطیٰ تابعین کا ہے جیسے حسن بصری اور ابن سیرین"

(تقريب التهذيب ج١،ص٢٥)

تو لہٰذا عبدالرحمٰن بن بشر تابعی ہوئے ان کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات نہیں ہے۔

اب شیخ زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق (جو مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم کی حدیث

کے بارے میں ہے) عبدالرحمٰن بن بشر کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ثابت نہیں اور نہ ہی ان روایتوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ عبدالرحمٰن بن بشر نے کسی اور سے اس حدیث کو سنا ہے۔ لہٰذا ۷۳۱، ۷۲، ۷۱ نمبر والی تمام روایتیں ضعیف ہوئی۔ جبکہ زبیر علی زئی نے ان تمام روایتوں کو صحیح کہا اور صحیح کہنے کی وجہ خود زبیر علی زئی نے بیان کی ہے۔ کہ وہ سنن نسائی کی سند (عبدالوہاب بن عبدالمجید از ہشام بن حسان عن محمد بن سیرین از عبدالرحمٰن بن بشر ابن مسعود از ابی مسعود الانصاری) جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ عبدالرحمٰن بن بشر تابعی نے اس حدیث کو ابو مسعود الانصاری صحابی سے سنا ہے۔ (ابو مسعود الانصاری سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔ فانظر تہذیب الکمال ج ۱۶، ص ۵۴۹) لہٰذا اس سنن نسائی کی متصل سند کی وجہ سے تمام بظاہر انقطاع والی روایات صحیح ہیں۔

نوٹ:

اس سے معلوم ہوا کہ راوی کبھی حدیث کو اپنے اس شیخ کے واسطے سے بیان کرتا ہے جس سے اس نے سنا ہوتا ہے اور کبھی شیخ الشیخ کے واسطے سے بیان کرتا ہے جس سے راوی کے شیخ نے سنا ہوتا ہے۔ (لیکن اگر راوی مدلس ہے تو اس وقت اس کی روایت کے مقبول ہونے کے لیے اس کے شیخ کا ذکر ضروری ہے۔ وہ بھی حدثنا، سمعت اور اخبرنا کے الفاظ کے ساتھ) میں کہتا ہوں کہ زبیر علی زئی نے جس طرح سنن نسائی کی متصل سند کی وجہ سے فضائل درود و سلام کی منقطع روایات کو صحیح کہا ہے۔ بالکل اسی طرح بخاری کی متصل سند کی وجہ سے مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم والی روایت صحیح ہے۔ فتدبر۔

خلاصہ بحث:

یہاں تک معلوم ہوا کہ حدیث کا راوی کبھی سند ذکر کرتے ہوئے اپنے اس شیخ کا ذکر

کرتا ہے جس سے اس نے حدیث کو سنا ہوتا ہے۔ (جیسے عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے صحیح بخاری کی سند میں اپنے شیخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جس سے انہوں نے حدیث سنی ہے کا ذکر کیا) اور کبھی اپنے شیخ الشیخ کا ذکر کرتا ہے جس سے راوی کے شیخ نے حدیث کو سنا ہوتا ہے۔ (جیسے عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے مستدرک حاکم کی سند میں اپنے شیخ ابن عباس کا ذکر نہیں کیا بلکہ اپنے شیخ کے شیخ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا) بشرطیکہ راوی مدلس نہ ہو (عبداللہ بن ابی ملیکہ مدلس نہیں ہیں)۔

اعتراض:

اب اگر کوئی شخص یہ شور مچائے کہ مستدرک حاکم کی روایت تو صحیح ہے لیکن بخاری میں اللہ اعلم کے الفاظ ہیں اور مستدرک حاکم میں اللہ ورسولہ اعلم کے الفاظ ہیں تو دونوں متعون میں موافقت کیسے ہوگی؟

جواب:

یہ اعتراض وہی شخص کرسکتا ہے جس کو حدیث کی معرفت نہیں ہے کیونکہ کتب حدیث میں ہزارہا ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک سند میں حدیث کا ایک ٹکڑا بیان ہوا اور دوسری سند میں اسی حدیث کا دوسرا ٹکڑا بیان ہوا۔ ان حدیثوں کے ٹکڑوں کو ملا کر ایک حدیث کا حکم واضح ہوتا ہے۔ اسی اعتراض کا جواب شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد المتوفی ۱۴۳۵ھ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

اسی اعتراض کا جواب شیخ زبیر علی زئی کی زبانی:

"بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ راوی ایک روایت بیان کرتا ہے اس کے بعض شاگرد

اسے مکمل مطول اور بعض شاگرد مختصر بیان کرتے ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ

نبی ﷺ نے فرمایا:

اذاقمت الی الصلوٰۃ فکبر الخ

''جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ...... الخ''

(کتاب الاذان باب وجوب القراۃ للامام والماموم...... ح۷۵۷)

اس میں قبلہ رخ ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ قبلہ رخ ہونا نماز کا اہم رکن اور فرض ہے۔ وضو کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس حدیث کی دوسری سند میں آیا ہے کہ

آپ ﷺ نے فرمایا:

اذاقمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر'' الخ

''جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو پورا وضو کر پھر قبلہ رخ ہو جا، پس تکبیر کہہ...... الخ''

(بخاری، کتاب الاستئذان باب من قال علیك السلام ح۶۲۵۱)

نیز زبیر علی زئی لکھتے ہیں ''اب اگر کوئی منکرِ حدیث یہ شور مچانا شروع کر دے کہ پہلی حدیث میں استقبال قبلہ اور وضو کا ذکر نہیں ہے۔'' اور معرضِ بیان میں عدم ذکر کتمان ہے۔ جو یہود کا شیوہ ہے۔'' تو اس گمراہ و بے وقوف کا شور باطل و مردود ہے۔ اسے سمجھایا جائے گا کہ ایک صحیح روایت میں ذکر ہو اور دوسری صحیح روایت میں ذکر نہ ہو تو عدم ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔ احادیث کی تمام سندیں اور متون جمع کر کے مشترکہ مفہوم پر عمل کرنا چاہیے۔

نیز زبیر علی زئی لکھتے ہیں ''انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں کہ''

اعلم ان الحديث لم يجتمع الاقطعة وقطعة فتكون قطعة عندواحدوقطعة اخرىٰ عندواحدفليجتمع طرقه وليعمل بالقدر المشترك ولايجعل كل قطعة منه حديثامستقلا''

''اور جان لو کہ احادیث کو ٹکڑوں کی صورت میں جمع کیا گیا ہے۔ پس ایک ٹکڑا ایک راوی کے پاس ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے کے پاس، لہٰذا چاہیے کہ احادیث کی تمام سندیں (اور متون) جمع کر کے حاصلِ مجموعہ پر عمل کیا جائے اور ہر ٹکڑے کو مستقل حدیث نہ بنایا جائے۔''

(فیض الباری، ج۳،ص ۴۵۵)

نیز زبیر علی زئی لکھتے ہیں ''احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں کہ ''صدہا مثالیں اس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنیٰ کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی پوری کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا ٹکڑا، کوئی کس طرح، کوئی کس طرح، جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ شریف ج۵،ص ۳۰۱)

(نور العینین فی اثبات رفع الیدین ص ۲۷۰)

اب رہا یہ مسئلہ کہ جس خودساختہ اصول پر زبیر علی زئی نے مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم کی روایت کو ضعیف کہا ہے کہ کے اصولِ حدیث کی کتب میں یہ اصول ذکر کیا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصولِ حدیث کی کتابیں اس خودساختہ اصول کے برخلاف ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

کتبِ اصولِ حدیث:

حافظ ابن صلاح کا موقف:

امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہر زوری الشافعی الملقب حافظ ابن صلاح المتوفی

۶۴۳ اپنی مشہور زمانہ اصولِ حدیث کی کتاب مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث میں ضعیف حدیث کے ضعف کے زائل ہونے کی صورتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لیس کل ضعف فی الحدیث یزول بمحیئه من وجوه، بل ذلك یتفاوت، فمنه ضعف یزیله ذلك بان یکون ضعفه ناشئا من ضعف حفظ راویه مع کونه من اهل الصدق والدیانة، فاذارایناماروا ه قدجاء من وجه اخرعرفنا انه مماقدحفظه ولم یختل فیه ضبطه له، وکذلك اذاکان ضعفه من حیث الارسال زال بنحوذلك کما فی المرسل الذی یرسله امام حافظ اذفیه ضعف قلیل یزول بروایته من وجه آخر

''حدیث میں ہر ضعف متعدد اسانید کے آنے سے زائل نہیں ہوتا بلکہ یہ متفاوت ہوتا ہے۔پس وہ ضعف جو متعدد اسانید سے زائل ہوجاتا ہے وہ ضعف راوی کے ضعف حفظ کے سبب سے ہو حالانکہ راوی اہل صدق (سچا) اور دیانت دار ہو۔پس ہم دیکھیں کہ جو کچھ اس نے روایت کیا ہے ویسا ہی کسی دوسری سند کے ساتھ بھی آیا ہے تو ہم جان لیں گے کہ اس نے اس کو محفوظ رکھا اور اس میں اس کا ضبط خلل کا شکار نہیں ہوا ہے اور اسی طرح جب حدیث کا ضعف ارسال کے سبب سے ہو (یعنی حدیث منقطع ہو) تو وہ بھی اسی طرح زائل ہوجاتا ہے۔جیسے وہ مرسل جس میں کسی امام حافظ نے ارسال کیا ہو اور اس میں بہت قلیل ضعف ہو تو وہ دوسری

سند سے آنے والی روایت سے زائل ہو جاتا ہے۔''

(مقدمہ ابن صلاح ص۳۲)

حافظ ابن کثیر کا موقف:

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی المتوفی ۷۷۴ھ ابن صلاح کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال الشيخ ابو عمرو: لايلزم من ورود من طرق متعددة كحديث الاذنان من الراس: ان يكون حسنا، لان الضعف يتفاوت فمنه مالايزول بالمتابعات يعنى لايؤثر كونه تابعا اومتبوعا، كرواية الكذابين والمتروكين، ومنه ضعف يزول بالمتابعة كما اذا كان راويه سيئ الحفظ اوروى الحديث مرسلا فان المتابعة تنفع حينئذ ويرفع الحديث عن حضيض الضعف الى اوج الحسن او الصحة

''ابن صلاح نے کہا کہ حدیث کا بہت سی سندوں سے مروی ہو کر آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حسن ہے جیسے کہ الاذنان من الراس (دونوں کان سر کا حصہ ہیں'' یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج۱ ص۸۱ ح۳۶) والی حدیث ہے۔ اس لیے کہ ضعف کے درجے مختلف ہیں پس ان میں سے بعض ضعف متابعات سے زائل نہیں ہوتے۔ یعنی شدید ضعف والی روایت تابع ہو یا متبوع اس سے کوئی اثر نہیں ہوتا جیسے کذابین ومتروکین کی روایات، اور ان میں سے بعض

ضعف وہ ہیں جو متابعات سے زائل ہو جاتے ہیں جیسا کہ راوی برے حافظ والا ہو یا حدیث مرسل ہو۔ تو اس وقت متابعت فائدہ دیتی ہے اور حدیث ضعف کی گہرائیوں سے بلند ہو کر حسن یا صحیح کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔''

(الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث ص۴۹)

اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث عائشہ کی مثال:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ ''اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) کچھ دیتے ہیں وہ خوف زدہ دلوں کے ساتھ دیتے ہیں۔'' کیا اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اے صدیق کی بیٹی اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں اس کے باوجود وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کی یہ عبادتیں قبول نہ کی جائیں۔

(مسند احمد ۲۵۱۳۹، ۲۵۵۸۱، ترمذی ۳۱۷۵، ابن ماجه ۴۱۹۸، مستدرك حاكم ج۲، ص ۳۹۳، مسند حميدی ۲۷۵، شرح السنه ج۶، ص ۲۵، تفسير ابن جرير ج۱۸، ص۲۶، تفسير ابن كثير ج۴ ص ۴۸۱)

اس حدیث کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے، شیخ ناصر الدین البانی نے ترمذی اور ابن ماجہ دونوں میں اس روایت کو صحیح کہا ہے، احمد شاکر نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

ناصرالدین البانی کی وضاحت:

شیخ ناصرالدین البانی حنبلی المتوفی ۱۴۳۵ھ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قال الترمذی: وقدروی هذاالحدیث عن عبدالرحمن بن سعید عن ابی حازم عن ابی هریرة عن النبی ﷺ نحو هذا، قلت: واسنادحدیث عائشة رجاله کلهم ثقات، ولذلك قال الحاکم صحیح الاسنادووافقه الذهبی، قلت: وفیه علة، وهی الانقطاع بین عبدالرحمن وعائشه فانه لم یدرکها، کمافی التهذیب، لکن یقویه حدیث ابی هریره الذی اشارالیه الترمذی، فانه موصول، وقدوصله ابن جریر: حدثنا ابن حمیدقال: ثناالحکم بن بشیر قال: ثناعمربن قیس عن عبدالرحمن بن سعید بن وهب الهمدانی عن ابی حازم عن ابی هریره قال: قالت عائشه: الحدیث نحوه۔ وهذا سندرجاله ثقات غیرابن حمید، وهو محمدبن حمید بن حیان الرازی وهو ضعیف مع حفظه لکن لعله توبع فقداخرج الحدیث ابن ابی الدنیا وابن الانباری فی المصاحف وابن مردویه کمافی الدرمنثور (۱۱/۵)، وابن ابی الدنیافی طبقة شیوخ ابن جریر، فاستبعدان یکون رواه عن شیخه هذا۔

''امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن سعید نے عن ابی حازم عن ابی ہریرہ عن النبی ﷺ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔ (البانی) میں کہتا ہوں کہ حدیث عائشہ تو اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اسی وجہ سے امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے اور ذھبی نے موافقت کی ہے، (البانی) میں کہتا ہوں کہ اس سند میں ایک علت ہے۔ وہ یہ کہ عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہ کے درمیان انقطاع ہے۔ عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ کو نہیں پایا جیسے کہ تہذیب میں ہے، لیکن حضرت عائشہ کی حدیث کو ابو ہریرہ کی حدیث جس کی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے تقویت دیتی ہے ابو ہریرہ کی حدیث موصول ہے۔ ابن جریر نے اس کو موصولا بیان کیا ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ مجھے ابن حمید نے حکم بن بشیر از عمر بن قیس از عبدالرحمٰن بن سعید بن وہب الھمدانی از ابی حازم از ابی ھریرہ بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حدیث اسی کی مثل ہے۔ ابو ہریرہ کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔ سوائے ابن حمید کے وہ محمد بن حمید حیان الرازی ہے۔ یہ اپنے حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن شاید اس کی متابعت کی گئی ہے۔ پس ابن ابی دنیا نے اور ابن انباری نے (المصاحف) میں اور ابن مردویہ نے جیسے درمنثور (۵/۱۱) میں ہے، اور ابن ابی دنیا نے (طبقۃ شیوخ ابن جریر) میں حدیث کو تخریج کیا ہے۔ پس یہ بات بعید ہے کہ ابن جریر نے اس حدیث کو اسی (ابن حمید) شیخ سے روایت کیا ہو۔''

(سلسلة الاحاديث الصحيحة ج ۱، ص ۳۰٤ ح ۲ ٦٢ ۱)

شیخ عبدالرزاق مہدی کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے وضاحت:

شیخ عبدالرزاق مہدی تفسیر ابن کثیر کی تحقیق کرتے ہوئے اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

وفیه ارسال عبدالرحمن بن سعید لم یدرك عائشة ، لکن مابعده متصل ، فهو یعتضد به

''اس حدیث کی سند (حضرت عائشہ والی) مرسل ہے۔ کیونکہ عبدالرحمٰن بن سعید کی حضرت عائشہ سے ملاقات نہیں ہے۔ لیکن اس کے بعد والی سند (حضرت ابوہریرہ والی) متصل ہے۔ لہٰذا یہ سند حضرت عائشہ والی حدیث کی سند کو تقویت دے رہی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ٤، ص ٤٨١)

شیخ زبیر علی زئی کے اقوال میں تضاد:

خود شیخ زبیر علی زئی نے مقدمہ ابن صلاح کے اسی اصول کے مطابق روایات کو صحیح کہا ہے۔ جس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ جس کا ترجمہ اور تحقیق زبیر علی زئی نے بنام فضائل درود وسلام کیا ہے۔ اسی کتاب کی حدیث نمبر ۳۴ کا ترجمہ اور تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فضائل درود وسلام کی حدیث نمبر ۳۴ اور سند کی تحقیق:

حدیث نمبر ۳۴: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''بے شک بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔''

''حسن ہے۔ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن دوسری سندوں کی وجہ

سے یہ حدیث حسن ہے۔ دیکھئے حدیث سابق:۳۲"

(فضائل درود و سلام ص۷۸ ترجمہ تحقیق زبیر علی زئی)

وضاحت: اس حدیث کی سند یہ ہے کہ

اسماعیل بن اسحاق ازابراھیم بن حمزہ ازعبدالعزیز

ازعمارہ ازعبداللہ بن علی بن حسین ازعلی بن ابی طالب

سند کی تحقیق:

میں کہتا ہوں اس سند میں عبداللہ بن علی بن حسین اور علی بن ابی طالب کے درمیان انقطاع ہے۔ عبداللہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ عبداللہ بیٹے ہیں علی یعنی امام زین العابدین کے اور یہ بیٹے ہیں۔ امام حسین کے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہم کے، عبداللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت کرتے ہیں (فانظر تہذیب الکمال ج ۱۵، ص ۳۲۱) کیونکہ حضرت علی سن ۴۰ ہجری میں شہید ہوئے۔ (تہذیب الکمال ج ۲۰، ص ۴۸۸، اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸) جبکہ عبداللہ کے والد علی بن حسین (امام زین العابدین) اپنے چچا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت نابالغ تھے۔ (تہذیب الکمال ج ۴ ص ۹۲) اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات میں مختلف اقوال ہیں۔ ۵۱، ۵۰، ۴۹۔ سن ہجری (تاریخ الکبیر ج ۲، ترجمہ ۲۴۹۱، تاریخ بغداد ج ۱، ص ۱۴۱ سیر اعلام النبلاء ج ۷، ص ۱۲۷۷ اسد الغابہ ج ۴، ص ۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ حضرت حسن کی شہادت کے بھی کئی سال بعد پیدا ہوئے۔ فافہم لاقوۃ الا باللہ

اب شیخ زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق (جو مستدرک حاکم کی اللہ و رسولہ اعلم کی حدیث کے بارے میں ہے) عبداللہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں اور نہ ہی

روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ عبداللہ نے یہ حدیث اپنے والد امام زین العابدین یا کسی اور سے سنی ہے۔لہذا روایت منقطع ہوئی جو کہ ضعیف کی قسم ہے۔جبکہ زبیر علی زئی نے دوسری سندوں کی وجہ سے اس روایت کو حسن کہا ہے۔جیسا کہ زبیر علی زئی نے لکھا ''حدیث نمبر۳۲ دیکھے''میں کہتا ہوں کہ حدیث نمبر۳۲ سے پہلے حدیث نمبر۳۳ ملاحظہ فرمائیں۔

فضائل درود وسلام کی حدیث نمبر۳۳ اور سند کی تحقیق:

حدیث نمبر۳۳:۔''بے شک وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے''

''حسن ہے۔الخ۔اس کی سند ضعیف ہے لیکن سنن ترمذی (۳۵۴۶) وغیرہ کی روایت کے ساتھ یہ حسن ہے۔دیکھئے حدیث سابق:۳۲۔

(فضائل درود وسلام تحقیق زبیر علی زئی ص۷۷)

وضاحت:اس حدیث کی سند یہ ہے:

احمد بن عیسی از عبداللہ وھب از ابن حارث بن یعقوب از ابن عزیہ از عبداللہ بن علی بن حسین از امام زین العابدین از رسول اللہ ﷺ

سند کی تحقیق:

میں کہتا ہوں کہ شیخ زبیر علی زئی نے جو اس سند کو ضعیف کہا تھا وہ اس وجہ سے ہے کہ حدیث کی سند میں امام زین العابدین اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان انقطاع ہے۔امام زین العابدین تابعی ہیں ان کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ثابت ہی نہیں کیونکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا اس وقت امام زین العابدین پیدا بھی نہیں ہوئے تھے،لہذا اب

شیخ زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق (جو مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم کی حدیث کے بارے میں ہے۔) امام زین العابدین تابعی کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ثابت نہیں اور نہ ہی روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ امام زین العابدین نے یہ حدیث اپنے والد امام حسین یا کسی اور سے سنی ہے۔ لہٰذا روایت ضعیف ہوئی۔ جبکہ زبیر علی زئی نے اس کو حسن کہا ہے۔ اسی کتاب فضائل درود وسلام کی حدیث نمبر ۳۲ کی وجہ سے جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

فضائل درود وسلام کی حدیث نمبر ۳۲ اور سند کی تحقیق:

''وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو پھر وہ مجھ درود نہ پڑھے'' زبیر علی زئی اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''حسن ہے، اسے ترمذی (۳۵۴۶) نسائی (عمل الیوم واللیلہ :۵۶) اور احمد وغیرہم نے سلیمان بن بلال اور طبرانی (معجم الکبیر ۳/ ۱۲۷، ۱۲۸ ح ۲۸۸۵) نے یحییٰ الحمانی کی سند سے بیان کیا ہے۔ ترمذی نے کہا: حسن غریب صحیح اسے ابن حبان (۲۳۸۸) حاکم (۱۔۵۴۹) اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ ترمذی کی سند حسن لذاتہ ہے۔''

(فضائل درود وسلام۔ ص ۷۶)

وضاحت: ترمذی کی سند یہ ہے:

یحییٰ بن عبدالحمید از سلیمان بن بلال عن عمارہ بن غزیہ از عبداللہ بن علی بن حسن از زین العابدین از حسین بن علی از رسول ﷺ۔

سند کی تحقیق:

میں کہتا ہوں کہ ترمذی کی اس سند میں عبداللہ نے اپنے والد زین العابدین انھوں نے اپنے والد امام حسین اور انھوں نے نانا حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے سن کر اس حدیث کو بیان کیا۔ معلوم ہوا کہ عبداللہ نے کبھی تو اس حدیث (وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے) کو امام زین العابدین اور امام حسین کے واسطے کے بغیر ذکر کیا اور کبھی ان کے واسطے کے ساتھ ذکر کیا۔ جس طرح عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ نے مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم والی روایت کو کبھی ابن عباس رضی اللہ عنہما از عمر کے واسطے سے ذکر کیا اور کبھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر کیے بغیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیان کر دیا۔

خلاصہ بحث:

جس طرح شیخ زبیر علی زئی نے عبداللہ بن علی بن حسین کی بظاہر انقطاع والی روایات کو ترمذی کی متصل سند کی وجہ سے صحیح کہا ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی ملیکہ کی اللہ ورسولہ اعلم والی بظاہر انقطاع والی روایت صحیح ہے۔ فتدبر

اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ زبیر علی زئی کے اپنے ہی اقوال میں تضاد ہے۔ پھر جس خود ساختہ اصول کی بنیاد پر زبیر علی زئی نے مستدرک حاکم کی روایت کو ضعیف کہا تھا، اصولِ حدیث کی کتابیں اور محدثین اس کے برخلاف ہیں۔ جیسا کہ وضاحت گزر چکی ہے۔

لہٰذا مستدرک حاکم کی اللہ ورسولہ اعلم والی روایت بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ جیسا کہ امام حاکم نے کہا ھٰذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ، اور اسی طرح کی مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ماقبل میں جو مثالیں ذکر کی گئی ہیں وہ اختصار کے طور پر ہیں۔ وگرنہ ایسی مثالوں پر کئی جلدوں میں کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ سمجھنے

کے لیے ایک مثال ہی کافی ہوتی ہے۔ شیخ زبیر علی زئی نے مستدرک حاکم کی **اللہ ورسولہ اعلم** والی روایت کو تو خود ساختہ اصول کی بنیاد پر ضعیف کہہ دیا جو ان کے اپنے ہی اقوال کے متضاد ہے۔ پھر اس سے یہ حکم بھی اخذ کرلیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں تو اللہ ورسولہ اعلم کہہ سکتے تھے لیکن وصال کے بعد نہیں کہہ سکتے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات زندگی میں کہہ سکتے ہیں وصال کے بعد نہیں کہہ سکتے یہ تخصیص کہاں سے کی گئی؟ کس اصولِ حدیث کی کتاب میں ہے؟ کس حدیث کی کتاب میں ہے؟ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں زندگی بعد از زندگی کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور نہ ہی علماء اسلام میں اس کی کوئی تخصیص ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد اللہ ورسولہ اعلم کہنے پر دیگر احادیث:

حدیث نمبر ۱:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کاش! تم نے اس وقت مجھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں قثم اور عبید اللہ کو دیکھا ہوتا جب کہ ہم بچے آپس میں کھیل رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی سواری پر وہاں سے گزر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بچے کو اٹھا کر مجھے پکڑاؤ اور اٹھا کر مجھے اپنے آگے بٹھالیا۔ پھر قثم کو پکڑانے کے لیے کہا اور انہیں اپنے پیچھے بٹھالیا۔ جبکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نظر میں قثم سے زیادہ عبید اللہ محبوب تھا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا سے اس معاملے میں کوئی عار محسوس نہ ہوئی کہ آپ نے قثم کو اٹھالیا اور عبید اللہ کو چھوڑ دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا اے اللہ! جعفر کا اس کی اولاد کے لیے کوئی نعم البدل عطا فرما، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے پوچھا کہ قثم کا کیا بنا؟ انہوں نے کہا وہ شہید ہو گئے؟ میں نے کہا کہ اللہ ورسولہ اعلم بالخیر۔ اللہ اور اس کے رسول کو خیر کا زیادہ علم ہے۔ انہوں نے فرمایا بالکل ایسا ہی ہے۔''

(مسنداحمد ج ١، ص ٣٧١ ح ١٧٦٠، مستدرك حاكم ج ٤، ص ٢٨٩، ح ٦٥٢٧، مجمع الزوائد ج ٩، ص ٢٧٥، تاريخ الكبير ١٩٤/١/٤)

امام حاکم اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام نورالدین ہیثمی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ امام بغوی نے اس حدیث کو جید سند سے روایت کیا ہے۔ احمد شاکر نے کہا حدیث صحیح ہے۔

نوٹ: خالد بن سارہ المخزومی ثقہ تابعی ہیں۔ انھوں نے صحابی حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے اللہ ورسولہ اعلم بالخیر کہا ہے اور انھوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔

حدیث نمبر ۲:

عبدالواحد بن سلیم کہتے ہیں کہ میں مکہ میں آیا تو میری ملاقات عطاء بن ابی رباح (تابعی) سے ہوئی۔ میں نے ان سے کہا: اے ابو محمد! اہل بصرہ تقدیر کے متعلق بحث کرتے ہیں انہوں نے پوچھا: اے بیٹے! تم قرآن مجید پڑھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! انہوں نے کہا سورۃ الزخرف پڑھو۔ جب میں نے یہ آیت پڑھی۔ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ (الزخرف:۴) تو انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ ام الکتاب کیا چیز ہے؟ میں نے کہا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہ کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پہلے لکھا............الخ

(سنن ترمذی رقم الحديث ٢١٥٥-٣٣١٩)

امام ترمذی نے کہا: هذا حديث حسن یہ حدیث حسن ہے، ناصرالدین البانی نے صحیح ترمذی میں حدیث کو حسن کہا ہے۔

نوٹ: ہر چند کے عبدالواحد بن سلیم جمہور کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن میں نے اس حدیث کو ماقبل صحیح حدیث کی تائید میں ذکر کیا ہے۔

اب علماء کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد اللہ ورسولہ اعلم کہنے پر علماءِ اسلام کی آراء:

امام بغوی کا موقف:

(۱) امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ لکھتے ہیں:

قرآن پاک کی آیت

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والی الرسول

''پس اگر تمہارا کسی معاملے میں جھگڑا ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو''

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

قیل الرد الی اللہ تعالیٰ والرسول ان یقول لما لا یعلم: اللہ ورسولہ اعلم

''کہا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانے کا معنی یہ ہے کہ جس معاملے کے بارے میں علم نہ ہو تو اس کے بارے میں کہا جائے اللہ ورسولہ اعلم۔

(معالم التنزیل ج۲، ص۱۷۳

شیخ ابن قیم کا موقف:

شیخ ابن قیم جوزی المتوفی ۷۵۱ لکھتے ہیں کہ

فقال النبی ﷺ لولا مامضی من کتاب اللہ وکان لی ولھا شان ، یرید ،واللہ ورسولہ اعلم۔ بکتاب اللہ قولہ تعالیٰ وَیَدْرَؤُ اعَنْھَاالعَذَابَ اَنْ تَشْھَدَ اَرْبَعَ شَھٰدٰتٍ بِاللّٰہِ

''نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ کی کتاب کا حکم نہ آچکا ہوتا تو میرا اس عورت کے لیے کچھ اور ہی سلوک تھا۔ (شیخ ابن قیم کہتے ہیں) رسول اللہ ﷺ کی کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا قول اور اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ (اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھائے۔) ہے۔

(اعلام المقعین عن رب العالمین ج۱،ص۴۸۶)

نوٹ: ابن قیم جوزی حنبلی کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ شیخ زبیر علی زئی، ابن قیم کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ زبیر علی زئی کی کتابیں ابن قیم کے حوالہ جات سے بھری پڑی ہیں۔ جبکہ ابن قیم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اللہ ورسولہ اعلم کے قائل ہیں۔

امام ذہبی کا موقف:

امام ذہبی الشافعی المتوفی ۷۴۸ لکھتے ہیں کہ

من العلم ان تقول لمالاتعلم :اللّٰہ ورسولہ اعلم

''یہ بات علم میں سے ہے کہ جس بارے میں تو نہیں جانتا تو کہہ اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔''

(علو لعلی الغفار ص۱۰۷)

حافظ دمیاطی کا موقف:

حافظ دمیاطی لکھتے ہیں

ویسن لمن سئل عمالایعلم:ان یقول :الله ورسوله اعلم

''جس شخص سے سوال کیا جائے اور وہ اس کے بارے میں نہ جانتا ہوتو اس کے لیے مسنون یہ ہے کہ کہے اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔''

(اعانة الطالبين ج٤،ص١٢٣)

امام ابن حجر ہیثمی کا موقف:

امام ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

ویسن لمن سئل عمالایعلم:ان یقول الله ورسوله اعلم

''اور مسنون ہے اس شخص کے لیے جس سے سوال کیا جائے اور وہ نہ جانتا ہوتو کہے اللہ ورسولہ اعلم یعنی اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے''

(تفة المحتاج فی شرح المنهاج ج١ ص٢٢٣)

علامہ علان صدیقی شافعی کا موقف:

علامہ علان صدیقی الشافعی المتوفی ۱۰۵۷ھ لکھتے ہیں

''اللہ ورسولہ اعلم کہنا یہ علم کے آداب میں سے ہے اور جہالت کا اعتراف بھی ہے''

(دليل الفالحين بطرق رياض الصالحين ج١،ص٣٧٦)

قاضی شوکانی غیر مقلد کا موقف:

قاضی شوکانی غیر مقلد المتوفی ۱۲۵۰ لکھتے ہیں

''اللہ ورسولہ اعلم کہنا یہ علم کے آداب میں سے ہے اور جہالت کا اعتراف بھی ہے''

(نیل الاوطار ج۸ص٤٠)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کا موقف:

محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلی المتوفی ۱۲۸۵ھ لکھتے ہیں

التاسعة عشرة قول المسئول عما لايعلم الله ورسوله اعلم

''انیسواں فائدہ: جس سے سوال کیا جائے وہ اس بارے میں نہ جانتا ہو تو کہہ اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)۔

(کتاب التوحید ص ٣٠)

مفتیٔ سعود شیخ بن باز کا موقف:

اسی کتاب التوحید کی شرح کی مفتی سعود شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حنبلی نے وہ لکھتے ہیں۔

قوله (قلت الله ورسوله اعلم)فيه حسنُ الاداب من المتعلم وانه ينبغي لمن سئل عمالايعلم ان يقول ذلك بخلاف اكثر المتكلفين۔

اس کا قول (قلت اللہ ورسولہ اعلم) اللہ ورسولہ اعلم کہنے میں علم سیکھنے والے کے لیے اچھا ادب ہے۔اور جس شخص سے سوال کیا جائے اور وہ اس کے بارے میں نہ جانتا ہو تو اس کے لیے مناسب ہے کہ اللہ ورسولہ اعلم کہے۔ برخلاف اکثر تکلف میں پڑنے والوں کے (یعنی جن کو سوال کا جواب نہیں آتا اور وہ اللہ ورسولہ اعلم کہنے کی بجائے جواب دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں)

(فتح المجید شرح کتاب التوحید ص٢٧)

خلاصہ ابحاث:

یہ ہے علماء اسلام کی آراء اللہ ورسولہ اعلم کہنے کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک ساری امت اللہ ورسولہ اعلم کہنے پر متفق ہے، جس پر احادیث واقوال شاہد ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں بھی اللہ ورسولہ اعلم کہتے تھے۔ علم کو اللہ اوراس کے رسول کی طرف منسوب کرتے تھے اور وصال کے بعد بھی کہتے تھے۔ جیسے کہ ماقبل میں تفصیل کے ساتھ گزار، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کے بعد سب سے زیادہ علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے۔ اس لیے وہ ہر معاملے میں چاہے اس کا تعلق زمین سے ہو یا آسمان سے کسی کے ایمان کے بارے میں ہو یا کسی کے دل کے ساتھ ہو یا احکام شرع ہو وہ اس کی نسبت اللہ اوراس کے رسول کی طرف کرتے ۔تھے اور یہ کہتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اوراس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ اس پر چالیس احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اوراس کے رسول کو زیادہ علم ہے) کے موضوع پر چالیس احادیث:

مالک بن دخیش منافق ہے یا نہیں اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اوراس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۱) حضرت عتبان بن مالک انصاری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں اور وہ ان انصار میں سے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔'' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اورانہوں نے کہا یارسول اللہ میری بصارت کمزور ہوگئی ہے اورمیں اپنی قوم کونماز پڑ

ھاتا ہوں اور جب بارش ہوتی ہے تو میری اور ان کے درمیان جو وادی ہے وہ بہنے لگتی ہے اور میں ان کی مسجد میں جانے کی اور ان کو نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتا اور یا رسول اللہ ﷺ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں میرے گھر میں نماز پڑھائیں پس میں اس جگہکو مصلی بنالوں، انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان شاء اللہ عنقریب ایسا کروں گا۔ حضرت عتبان نے بیان کیا: پس دوسرے روز دن چڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے۔، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ ﷺ کو اجازت دی، گھر میں داخل ہونے کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام بیٹھے نہیں اور فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ پسند کرتے ہو جہاں میں نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: میں نے گھر کی ایک جانب آپ کو اشارہ کیا۔ پس حضور علیہ الصلوۃ والسلام کھڑے ہو گئے اور آپ نے تکبیر پڑھی پھر ہم بھی کھڑے ہو گئے اور ہم نے صف بنائی، آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی، پھر سلام پھیر دیا۔ ہم نے آپ ﷺ کو گوشت کا کھانا کھلانے کے لیے روک دیا جس کو ہم نے تیار کیا تھا۔ پھر گھر میں حویلی میں رہنے والے کافی لوگ آ گئے۔ وہ سب جمع تھے ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: مالک بن دخیشن یا ابن الدخشن کہاں ہے؟ تو کسی نے کہا: وہ منافق ہے اللہ سے محبت کرتا ہے نہ اس کے رسول سے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے؟ اس شخص نے کہا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ پس بے شک ہم اس کا ملنا جلنا اور اس کی خیر خواہی منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس بے شک اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔

(صحیح بخاری شریف ص ٤٢٥)

نوٹ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دلوں کے حال جانتے ہیں کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کلمہ کا تعلق اسی طرح مومن ومنافق ہونے کا تعلق اللہ سے محبت کرنے یا نہ کرنے کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ اس لیے صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ ورسولہ اعلم۔ مطلب اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے کہ وہ مومن ہے یا منافق۔ اللہ ورسولہ اعلم۔

تم اللہ اور اس کے رسول سے پیار کرتے ہو یا نہیں اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۲) حضرت عبداللہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا کہ جب وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے تو اس کا قصہ بیان کرتے ہوئے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غزوہ بھی کیا میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا۔ ہاں! میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہا تھا لیکن اس پر مجھے کسی نے ملامت نہیں کی تھی کہ میں غزوۂ بدر میں پیچھے رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قریش کے قافلہ کا ارادہ کر کے نکلے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے دشمن کو بغیر کسی تعینِ میعاد کے جمع کر دیا اور البتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیلۃ العقبہ میں بھی حاضر تھا۔ جب ہم نے اسلام کی حمایت کا عہد کیا (اور اس کے مقابلے میں) مجھے بدر میں حاضر ہونا پسند نہیں تھا، اگرچہ لوگوں میں بدر کا ذکر بہت زیادہ تھا اور میری خبر یہ ہے کہ جب میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہا، اس وقت میں اس سے پہلے کبھی اتنا قوی اور اتنا خوشحال نہیں تھا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹنیاں جمع نہیں ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ میں نے ان کو اس غزوہ میں جمع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو اس کا کسی اور غزوہ سے

توریہ کرتے تھے۔حتیٰ کہ اس غزوہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے روانگی کا ارادہ فرمایا تو گرمی بہت سخت تھی اور آپ دور دراز کے سفر اور جنگلات کی طرف جا رہے تھے اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی تو آپ نے تمام مسلمانوں کے اوپر اپنے ارادے کو ظاہر فرما دیا تا کہ وہ اس غزوہ کی تیاری کر لیں۔ پس آپ نے مسلمانوں کو بتا دیا جہاں جانے کا آپ کا قصد تھا اور مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتنے زیادہ تھے کہ ان کا شمار کسی رجسٹر میں نہیں ہو سکتا تھا حضرت کعب نے بتایا کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ سے غائب ہونا چاہتا تو اس کا یہ گمان تھا کہ جب تک کہ آپ کے اوپر اللہ کی وحی نازل نہ ہو گی تو اس کا یہ معاملہ پوشیدہ رہے گا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ غزوہ اس وقت کیا تھا جب کہ پھل پک چکے تھے۔ (اور آرام کرنے کے لیے)درختوں کے گھنے سائے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے تیاری کی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ تیاری کی۔ پس میں بھی تیاری کرنے لگا تا کہ میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوں، پس میں لوٹ آیا اور میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ پس میں دل میں کہتا کہ میں روانہ ہونے پر قادر ہوں، پس یوں ہی وقت گزرتا رہا، حتیٰ کہ لوگوں نے تیاری مکمل کر لی اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اس وقت تک میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ تو میں نے دل میں کہا میں آج کے بعد کل یا پرسوں روانہ ہو جاؤں گا اور پھر میں ان کے ساتھ مل جاؤں گا۔ ان کے روانہ ہونے کے بعد میں صبح کو تیاری کے لیے اٹھا اور پھر لوٹ گیا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ پھر دوسری صبح کو اٹھا اور پھر لوٹ آیا اور میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا پھر یوں ہی ہوتا رہا حتیٰ کہ لشکر بہت آگے نکل گیا اور بہت دور چلا گیا اور میں ارادہ کرتا رہا یہاں تک کہ ان سے ملوں اور کاش کہ میں نے ایسا کیا ہوتا، پس یہ میرے لیے مقدر نہیں تھا، رسول اللہ ﷺ کے روانہ ہونے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلا

تو مجھے اسے چیز نے بہت غمزدہ کیا کہ میں جس شخص کو دیکھتا اس پر نفاق کا عیب ہوتا یا ان مردوں کو دیکھتا جن کو اللہ تعالیٰ نے کمزوری کے سبب جہاد سے معذور رکھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے میرا ذکر نہیں کیا تھا حتی کہ آپ تبوک پہنچ گئے۔

جب آپ تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے پوچھا کعب نے کیا کیا؟ تو بنوسلمہ کے ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ ﷺ اس کو اس کی خوشنما دو چادروں نے اوران کی طرف اترا کر دیکھنے نے روک لیا پس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے بہت بری بات کہی ہے۔ اللہ کی قسم! یارسول اللہ! ہم نے کعب کے اوپر نیکی اور خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں جانی۔ تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپ واپس تشریف لا رہے ہیں تو میں پھر فکر مند ہو گیا اور میں کوئی جھوٹا حیلہ سوچنے لگا۔ جسے بیان کر کے میں آپ کی ناراضگی سے بچ سکوں اور اس کے متعلق میں اپنے گھر کے ہر عقلمند آدمی سے مشورہ کیا' پھر جب مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اب مدینے میں داخل ہونے والے ہیں تو تمام جھوٹی باتیں میرے دل سے نکل گئیں اور میں نے جان لیا کہ میں جھوٹ بول کر کبھی بھی آپ کی ناراضگی سے نہیں نکل سکوں گا تو میں نے سچ بولنے کا ارادہ کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور جب آپ کسی سفر سے آتے تو پہلے دو رکعت مسجد میں نماز پڑھتے ، پھر لوگوں کے لیے بیٹھ جاتے اور جب آپ نے ایسا کیا تو اس غزوہ میں پیچھے رہنے والے آپ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے وہ اسی سے زیادہ مرد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمالیا اوران کو بیعت کرلیا اوران کے لیے استغفار کیا اوران کے باطنی معاملات کو اللہ کی طرف سونپ دیا۔"

میں بھی آپ کے پاس آیا جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ ناراضگی سے مسکرائے۔ پھر آپ نے فرمایا آگے آؤ تو میں آگے چلا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے پوچھا تم کیوں پیچھے رہ گئے؟ کیا تم نے اپنی سواری خرید نہیں لی تھی؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ بے شک اللہ کی قسم! اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو آپ دیکھتے میں جھوٹے عذر پیش کر کے آپ کی ناراضگی سے نکل جاتا اور مجھے چرب زبانی دی گئی ہے، لیکن اللہ کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ اگر میں نے آج آپ سے کوئی جھوٹی بات کہی جس سے آپ مجھ سے راضی ہو جائیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے گا۔ اگر میں نے آپ کو سچی بات کہی جس سے آپ مجھ سے ناراض ہوں تو میں اللہ تعالیٰ سے معاف کرنے کی امید رکھتا ہوں، اللہ کی قسم! میرا کوئی عذر نہیں ہے اور اللہ کی قسم! اتنا قوی اور اتنا خوشحال کبھی نہیں تھا جب میں آپ سے پیچھے رہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو! اس شخص نے سچ کہا ہے، پس تم اٹھو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ فرما دے۔

پس میں اٹھا تو بنو سلمہ کے مرد دوڑ کر آئے اور پس مجھ سے ملے اور مجھ سے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا تھا' کیا تم اس سے عاجز تھے تم بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی عذر پیش کرتے جیسا دوسرے پیچھے رہنے والوں نے عذر پیش کیا تھا' بے شک تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لیے استغفار کرنا کافی ہوتا' پس اللہ کی قسم! وہ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے ارارادہ کیا کہ میں واپس جاؤں اور اپنے آپ کو جھوٹا قرار دوں پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا کسی اور کو بھی میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دو مرد ہیں جنہوں نے

تمہاری طرح کہا۔پس ان سے اسی طرح کہا گیا جیسے تم سے کہا گیا۔میں نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ مرارہ بن الربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی ہیں۔ سوانہوں نے ان دو نیک بندوں کا تذکرہ کیا۔جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔سو ان میں (میرے لیے) نمونہ ہے۔سو جب انہوں نے ان دونوں کا مجھ سے ذکر کیا تو میں اپنے گھر آ گیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہم تینوں سے کلام کرنے سے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا جو آپ سے اس غزوۂ میں پیچھے رہے تھے۔

لوگوں نے ہم سے اجتناب کر لیا اور ہم سے بالکل بدل گئے۔حتی کہ مجھے وہ زمین بھی بدلی ہوئی نظر آئی۔یہ وہ زمین ہی نہ تھی جسے میں پہلے پہچانتا تھا۔ہم نے اسی حالت پر پچاس راتیں گزاریں۔رہے میرے دو صاحب تو وہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے اور روتے رہتے تھے اور میں قوم میں جوان تھا اور باہمت تھا۔پس میں باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا اور بازاروں میں گھومتا تھا اور میرے ساتھ کوئی بھی بات نہ کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ کو سلام کرتا تھا اور آپ نماز کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے میں دل میں سوچتا تھا کہ کیا آپ نے میرے سلام کا جواب دینے کے لیے ہونٹوں کو حرکت دی تھی یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا تھا اور نظریں چرا کر آپ کی طرف دیکھتا تھا پس جب میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ میری طرف متوجہ ہوتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ مجھ سے اعراض کرتے۔حتیٰ کہ جب مجھ سے لوگوں کی بے رخی بڑھتی گئی تو ایک روز میں حضرت ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا اور وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب تھے۔پس میں نے ان کو سلام کیا۔تو اللہ کی قسم انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔میں نے کہا اے ابوقتادہ میں

تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ تو وہ خاموش رہے، میں نے اپنی بات دہرائی اور پھر قسم دی تب بھی وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر اپنی بات دہرائی اور پھر ان کو قسم دی تو انہوں نے کہا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے۔) سو میری دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

میں واپس آ گیا حتیٰ کہ میں دیوار پھاند کر اتر گیا۔ حضرت کعب نے بتایا کہ جس وقت میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا تو اہلِ شام کے کسانوں میں سے ایک کسان آیا جو مدینہ میں غلہ بیچ رہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ کعب بن مالک کی طرف میری کون رہنمائی کرے گا؟ تو لوگوں نے اسے اشارہ سے بتایا حتیٰ کہ وہ میرے پاس آ گیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا مکتوب دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ امابعد! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے پیغمبر نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت کے گھر میں نہیں رکھا اور نہ ضائع ہونے کے لیے رکھا ہے۔ تم ہم سے آ کر مل جاؤ اور ہم تمہاری غمخواری کریں گے۔ میں نے اس خط کو پڑھنے کے بعد دل میں کہا کہ یہ میرے لیے ایک اور امتحان ہے۔ پس میں نے تنور کا ارادہ کیا اور اس خط کو جلا دیا۔

حتیٰ کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ ﷺ کا قاصد میرے پاس آیا۔ پس اس نے کہا رسول اللہ ﷺ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ، پس میں نے پوچھا کیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ تم اس سے الگ ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ (یعنی مباشرت نہ کرو) اور آپ نے میرے دو صاحبوں کی طرف بھی ایسا ہی پیغام بھیجا، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنے

میکے چلی جاؤ اوران ہی کے پاس رہوحتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق اس امر کا فیصلہ فرما دے۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا: حضرت ھلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، پس اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہیں' ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے، کیا آپ اس کو ناپسند کریں گے کہ میں ان کی خدمت کروں؟ آپ نے فرمایانہیں! لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئیں ان کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو کسی کام کے حرکت ہی نہیں کر سکتے اور اللہ کی قسم! جب سے ان کے معاملہ میں عتاب ہوا ہے' اس دن سے لے کر اب تک وہ مسلسل روتے رہتے ہیں، تب مجھ سے میرے بعض گھر والوں نے کہا: اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے متعلق اسی طرح اجازت لے لو جس طرح آپ نے حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دی ہے تو میں نے کہا اللہ کی قسم! میں اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لوں گا اور مجھے پتہ نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت طلب کروں تو وہ کیا فرمائیں؟ حالانکہ میں تو جوان مرد ہوں (اور حضرت ہلال بن امیہ تو بوڑھے تھے) پھر میں نے اس حال میں دس راتیں اور گزاریں حتیٰ کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کلام کی ممانعت کی تھی پر پچاس روز مکمل ہو گئے۔ پس جب میں نے پچاسویں رات کی صبح کو فجر کی نماز پڑھی اور اس وقت میں اپنے گھر کی چھت پر تھا' میں اس حال میں بیٹھا ہوا تھا کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ مجھ پر میرا نفس بھی تنگ ہو گیا ہے اور زمین بھی اپنی کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے تو اچانک میں نے کسی چلانے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑ پر بلند آواز سے پکار رہا تھا۔ اے کعب بن مالک! بشارت قبول کرو! حضرت کعب نے کہا: پس میں سجدہ میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ اب کشادگی آ گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فجر کی

نماز پڑھائی تو یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے' تو لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لیے آئے اور میرے ان دو صاحبوں کی طرف بھی خوشخبری دینے والے گئے اور ایک شخص نے میری طرف گھوڑا دوڑایا اور بنو اسلم کا ایک مرد میری طرف دوڑا پس وہ پہاڑ پر چڑھا اور اس کی آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی۔ پس جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی بشارت دینے کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اس بشارت کی جزا میں اپنی دونوں چادریں اس کو پہنا دیں اور اللہ کی قسم اس وقت میرے پاس ان دو چادروں کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور میں نے دو کپڑے عاریۃً لے کر پہنے تھے اور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا پس لوگ مجھ سے فوج در فوج مل رہے تھے اور میری توبہ قبول ہونے پر مجھے مبارکباد دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے تم کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی۔ حضرت کعب نے بتایا: حتیٰ کہ میں مسجد میں داخل ہوا' پس اس وقت رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ پس حضرت طلحہ بن عبید اللہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی اور اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے سوا کوئی نہیں کھڑا ہوا اور میں حضرت طلحہ کی یہ نیکی کبھی نہیں بھولوں گا۔ حضرت کعب نے بتایا کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا' آپ نے فرمایا: تمہیں اس مبارک دن کی بشارت ہو جب سے تم اپنی ماں سے پیدا ہوئے ہو یہ تمہارا سب سے بہترین دن ہے۔
حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے پوچھا یارسول اللہ! کیا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں؟ یا اللہ کی طرف سے (فرمارہے ہیں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تھے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک اس طرح

روشن ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم اس بات کو آپ کے چہرے سے پہچانتے تھے۔ پس میں جب آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تو میں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میری توبہ (کی خوشی یہ ہے کہ) میں اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف صدقہ کردوں، آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے کچھ مال کو اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا، میں نے کہا میں اس مال کو اپنے پاس رکھوں گا جو خیبر میں میرا حصہ ہے۔ پھر میں نے کہا یارسول اللہ! بے شک اللہ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے اور بے شک میری توبہ کا تقاضا ہے کہ میں اپنی آئندہ زندگی میں سچ کے سوا کوئی بات نہ کہوں۔ پس اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے کسی مسلمان کو ایسی آزمائش میں مبتلا کیا ہو۔ جیسی آزمائش میں مجھے مبتلا کیا۔ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ عہد ذکر کیا تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے آزمائش میں مبتلا کیا تھا۔ اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ عہد ذکر کیا تھا اس وقت سے آج تک میں نے عمداً جھوٹ نہیں بولا اور بے شک میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری باقی زندگی میں جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی توبہ قبول فرمائی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول فرمائی۔ (التوبہ:١١٧) اور یہ آیت یہاں تک ہے: اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (التوبہ:١١٩) پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اسلام کی ہدایت دینے کے بعد کوئی ایسی نعمت نہیں فرمائی جو میرے دل میں اس سے بڑی ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سچ بولا اور آپ سے جھوٹ نہیں بولا ورنہ میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔ کیونکہ جب سے اللہ نے وحی نازل فرمائی ہے کسی کے متعلق ایسی

سخت آیت نازل نہیں فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: جب تم لوگ واپس آؤ گے تو یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھائیں گے۔ پس بے شک اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا (التوبہ: ۹۶۔۹۵) حضرت کعب نے فرمایا کہ ہم تینوں کو ان لوگوں کے معاملے سے مؤخر رکھا گیا۔ جن کے عذر کو رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت قبول فرمالیا۔ جب انہوں نے (جھوٹی) قسمیں کھائی تھیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو بیعت کرلیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارے معاملہ کو مؤخر کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ان تین لوگوں کے معاملہ کو مؤخر رکھا گیا۔ (التوبہ: ۱۱۸) اور جس تاخیر کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا یہ وہ تاخیر نہیں ہے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے یہ ہمارے معاملہ کو ان سے مؤخر کرنا ہے جنہوں نے حلف اٹھایا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے عذر کو قبول فرمایا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا فتویٰ:

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ان قول المرء الله ورسوله اعلم ليس بخطاب ولا كلام ولايحنث به من حلف ان لايتكلم الاخر

''کسی آدمی کا یہ کہنا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے) یہ کلام نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے قسم کھائی تھی کہ وہ فلاں شخص سے کلام نہیں کرے گا اور اس نے کہہ دیا اللہ ورسولہ اعلم تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج۹ص ۵۷۷)

یہ ہیں خاتم الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی المتوفی ۸۵۲، جن کے نزدیک اللہ

ورسولہ اعلم کہنے کے لیے وصال بعداز وصال کی کوئی عجیب منطق نہیں ہے بلکہ انہوں نے تو اس حدیث سے قیامت تک کے لیے ایک مسئلہ بیان کر دیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شیخ زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ زندگی میں کہہ سکتے ہیں اور بعداز وصال نہیں یہ ان کے اپنے باطل تفرادت ہیں۔

تم جانتے ہو سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر غفاری نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)۔

(۳) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورج غروب ہو چکا تھا تو ان سے فرمایا کیا تم جانتے ہو سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: بے شک سورج چلتا رہتا ہے حتی کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ پھر (طلوع) ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ پس اس کو اجازت دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ نہ قبول کیا جائے اور وہ (طلوع کی) اجازت طلب کرے، پس اس کو اجازت نہ دی جائے اور اس سے کہا جائے گا: وہیں لوٹ جا جہاں سے تو آیا ہے، پھر سورج مغرب سے طلوع ہو گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے: ''اور سورج اپنی قرار گاہ تک چلتا رہتا ہے 'یہ بہت غلبہ والے، بہت علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ (یٰسین: ۳۸)

(صحیح بخاری ۳۱۹۹، صحیح مسلم ۱۵۹، ترمذی، ۲۱۸۶، مسند احمد ج ۱۷۷۱۵، ابن حبان ٦١٥٤)

اللہ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)۔

(۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ!

کیاتم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اوراس کے رسول کوزیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ کریں، کیاتم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیاحق ہے؟ حضرت معاذ نے کہا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اوراس کے رسول کوزیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کوعذاب نہ دے۔

(صحیح بخاری ۷۳۷۳، صحیح مسلم ۳۰، سنن ترمذی، ۲٦٤۳، سنن ابی داؤد۲۵۵۹، سنن ابن ماجه ٤۲۹٦، مسند احمد ۲۱٤۸٦)

کیاتم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اوراس کے رسول کوزیادہ علم ہے)

(۵) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی اس وقت رات کی بارش کا اثر باقی تھا۔ نماز سے فارغ ہوکر آپ حاضرین کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کیاتم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اوراس کا رسول کوزیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعض کی صبح ایمان پر اور بعض کی صبح کفر پر ہوئی ہے۔ جس شخص نے کہا ہم پر خدا کے فضل وکرم سے بارش ہوئی اس نے مجھ پر ایمان رکھا اور ستاروں کا کفر کیا اور جس نے کہا فلاں ستاروں کی تاثیر سے بارش ہوئی اس نے میرا کفر کیا اور ستاروں پر ایمان رکھا۔

(صحیح بخاری، ۸٤٦، صحیح مسلم ۱۷۱، صحیح ابن حبان ٦۱۳۲، مسند احمد ۱۷۱۸۷)

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(٦) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبدالقیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا یہ کون سی قوم ہے یا یہ کون سا وفد ہے؟ انہوں نے کہا ربیعہ۔ آپ نے فرمایا اس قوم کو یا اس وفد کو خوش آمدید! تم لوگ شرمندہ ہو گئے نہ نادم۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار کا قبیلہ مضر ہے اور آپ ہمیں کوئی فیصلہ کن حکم بتائیں۔ جس کی خبر ہم اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو بتائیں اور اس پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں۔ انہوں نے آپ سے مشروبات کے برتنوں کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے انہیں چار برتنوں میں پینے کی اجازت دی اور چار برتنوں میں پینے سے منع فرمایا۔ آپ نے انہیں ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا اور آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے رمضان کے روزے رکھنے اور مال غنیمت کے پانچویں حصہ کو ادا کرنے کا حکم دیا اور ان چار قسم کے برتنوں میں پینے سے منع کیا۔ سبز رنگ کے گھڑے، کھوکھلا کدو۔ کھوکھلی لکڑی اور تار کول ملا ہوا برتن۔ اور فرمایا! تم ان کو یاد کر لو اور اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کی خبر دو۔

(صحیح بخاری، ٥٣، صحیح مسلم ١٧)

حضور ﷺ نے زمین پر چند لکیریں کھینچنے کے بعد فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے چوکور خط کھینچا۔ اس کے درمیان ایک لکیر کھینچی اور اس درمیان والی لکیر کے دائیں بائیں کچھ اور لکیریں کھینچیں اور ایک لکیر اس چوکور خط کے باہر کھینچی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا اس درمیان والی لکیر سے مراد انسان ہے۔ اس کے دائیں بائیں جو لکیریں وہ بیماریاں ہیں جو اس کو ڈستی رہتی ہیں، اگر یہ چوک جائے تو وہ نشانے پر لگ جاتی ہے اور چوکور خط سے مراد انسان کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور بیرونی لکیر سے مراد امید ہے۔ (صحیح بخاری، ۶۴۱۷)

اے عمر تم جانتے ہو یہ شخص کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۸) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن ہم حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔ اس شخص کی حالت سے آثار سفر ظاہر نہیں ہوتے تھے اور ہم میں سے ہر شخص کے لیے وہ اجنبی تھا۔ وہ آ کر حضور ﷺ کے سامنے دو زانوں بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنوں کو حضور ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیا اور اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر رکھ لیں۔ (یعنی حضور ﷺ کے

سامنے اس طرح بیٹھا جیسے شاگرد اپنے استاذ کے سامنے باادب بیٹھتے ہیں) اور عرض کرنے لگا اے محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی توحید اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر توفیق ہو تو حج کرو۔

اس اجنبی نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص پوچھتا بھی ہے اور بعد میں اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے حضور ﷺ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اس کے صحیفوں اس کے رسولوں قیامت اور ہر خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو۔ اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ اب مجھے احسان کے بارے میں بتایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پاسکو تو اللہ تعالیٰ تم کو یقیناً دیکھ رہا ہے۔ اس نے عرض کی مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے۔ آپ نے فرمایا اس کے بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا پھر مجھے قیامت کی علامتیں بتایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں اور جب تم دیکھو برہنہ تن، برہنہ پا (ننگے بدن اور ننگے پاؤں) تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا پھر وہ شخص چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر! کیا تم جانتے ہو یہ شخص کون تھا میں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبرائیل تھا جو تمہیں دین سکھانے کے لیے تمہارے پاس آیا تھا۔

(صحیح بخاری ۵۰، صحیح مسلم ۱)

اے ام سلیم ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں کہ سب کو کھلا سکیں تو انہوں نے کہا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم سے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں نقاہت محسوس کی لگتا ہے آپ کو بھوک لگی تھی۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! پھر انہوں نے جو کی کچھ روٹیاں نکال کر ان کو اپنے دوپٹہ میں لپیٹا اور ان کو میرے کپڑوں میں چھپا دیا۔ اور کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر ڈال دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ان روٹیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ میں نے دیکھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں بیٹھے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ صحابہ بھی تھے۔ میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا کھانے کے لیے؟ میں نے کہا ہاں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا چلو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور میں ان کے آگے آگے چل پڑا۔ حتیٰ کہ میں نے ابوطلحہ کے پاس جا کر ان کو یہ خبر دی۔ حضرت ابوطلحہ نے کہا اے ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب لوگوں کو لے کر آ گئے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے کہ ان کو کھلا سکیں۔ انھوں نے کہا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے آگے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ آئے حتیٰ کہ وہ دونوں گھر میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ! وہ جا کر ان روٹیوں کو لے آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا۔ سو ان کو توڑا گیا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گھی کا ایک کپہ تھا۔ وہ انھوں

نے ان روٹیوں پر نچوڑ دیا وہ سالن کے قائم مقام ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کچھ دعائیہ کلمات کہے اور جو اللہ نے چاہا وہ پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو۔ سو انھوں نے دس آدمیوں کو اجازت دی انھوں نے کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو۔ پھر انھوں نے کھایا اور سیر ہو کر چلے گئے۔ آپ نے پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو حتیٰ کہ پوری قوم کھا کر سیر ہو گئی۔ ان کی کل تعداد ستر یا اسی تھی۔

(صحیح بخاری ۳۳۷۵، صحیح مسلم، ۲۰۴)

نوٹ: صحابیہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے گھر کے جو حالات ہیں کھانا کتنا ہے یا نہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں۔

کیا تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، اچانک آپ کو اونگھ آ گئی، آپ نے مسکراتے ہوئے سر بلند کیا اور فرمایا، ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے، پھر آپ ﷺ نے سورۃ الکوثر کی تلاوت فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے کہا: اللہ ورسولہ اعلم، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: یہ نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس میں خیر کثیر ہے اور یہ وہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہو گی۔ اس کے برتن ستاروں کے عدد کے برابر ہیں، اس پر ان میں سے ایک بندہ وہاں سے نکالا جائے گا، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرا امتی ہے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ از خود

نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد دین میں کیا نیا کام نکالا تھا۔

(صحیح مسلم ٤٠٠،سنن ابی داؤد ٧٨٤، سنن نسائی ٩٠٤)

کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۱۱) نبی ﷺ نے استفسار فرمایا: کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا (غیبت یہ ہے کہ) تم اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرو جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کی گئی: اگر وہ بات اس میں موجود ہو تو؟ فرمایا: جو بات تم کہہ رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔ (صحیح مسلم،۲۵۸۹)

کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۱۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس پڑے، آپ نے پوچھا کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا مجھے بندے کی اپنے رب سے بات پر ہنسی آئی ہے۔ بندہ کہے گا اے میرے رب کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی۔ وہ فرمائے گا کیوں نہیں۔ بندہ کہے گا میں اپنے خلاف اپنے سوا اور کسی کی گواہی جائز قرار نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تمہارے خلاف تمہاری اپنی گواہی کافی ہے یا کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا بولو! پھر اس کے اعضاء اس کے

اعمال کا بیان کریں گے۔ پھر اس کے اور اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا پھر وہ (اعضاء سے) کہے گا دور ہو، دفع ہو، میں تمہاری طرف سے جھگڑ رہا تھا۔

(صحیح مسلم، ۷۳۰۸)

کیا تم جانتے ہو یہ آواز کیسی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے ایک دھماکے کی آواز سنی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی آواز ہے؟ ہم نے عرض کیا، اللہ ورسولہ اعلم،، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: یہ ایک پتھر کی آواز ہے جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا وہ پتھر اب جہنم کی تہہ میں پہنچا ہے۔

(صحیح مسلم، ۲۸۴۴، مسند احمد ۸۸۲۶، صحیح ابن حبان ۷۴۶۹)

کیا تمہیں جنت میں سب سے پہلے جانے والی جماعت کا علم ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۱۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا آپ کو میری امت کی اس جماعت کے بارے میں علم ہے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی؟ میں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ جماعت مہاجرین کی ہے۔ وہ روزِ قیامت جنت کے دروازے پر آ کر دروازہ کھولنے کا مطالبہ کریں گے۔ (جنت کا) دربان ان سے پوچھے گا: آیا تمہارا حساب کتاب ہو چکا ہے؟ وہ کہیں گے: کس موضوع پر ہم سے حساب کتاب لیا جائے؟ اللہ

تعالیٰ کے راستے میں مرتے دم تک ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر رہیں۔ سو وہ ان کے لیے دروازہ کھول دے گا اور وہ (داخل ہو کر) عام لوگوں کے داخلے سے پہلے چالیس سال تک کا قیلولہ بھی کر چکے ہوں گے۔

(مستدرك حاكم ج۲،ص ۷۰، سلسلة الاحاديث الصحيحه حديث ۸۵۳)

امام ذہبی اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

چغلخوری کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۱۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ چغل خوری کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کے لیے بعض کی باتیں بعض کو بیان کرنا۔

(الادب المفرد ٤٢٥،مشكل الاثار ج۳،ص ۱۳۹،سنن بيهقى ج ۱۰ ص ۲٤٦،سلسلة الاحاديث صحيحه ۸٤٥)

البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اے ابوذر جب لوگ شدید قحط میں ہوں گے، جب لوگ بکثرت مرنے لگیں گے، آدمی کا گھر قبر ہو گی، جب حجارۃ الزیت خون میں ڈوب جائے گا، تو تم اس وقت کیا کرو گے؟ تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ

اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(١٦) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گدھے پر سوار ہوئے اور مجھے اپنا ردیف بنالیا۔ اور فرمایا ابوذر! یہ بتاؤ کہ جب لوگ شدید قحط میں مبتلا ہو جائیں گے اور تم اپنے بستر سے اٹھ کر مسجد تک نہیں جاسکو گے تو اس وقت تم کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس وقت بھی اپنے آپ کو سوال کرنے سے بچانا، پھر فرمایا اے ابوذر! یہ بتاؤ جب لوگ شدت کے ساتھ بکثرت مرنے لگیں گے اور آدمی کا گھر قبر ہوگی تو تم کیا کرو گے؟ عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس وقت بھی صبر کرنا۔ پھر فرمایا اے ابوذر! یہ بتاؤ کہ جب لوگ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے اور حجارۃ الزیت'' خون میں ڈوب جائے گا تو تم کیا کرو گے؟ عرض کرنے لگے اللہ ورسولہ اعلم، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا اپنے گھر میں بیٹھ جانا اور دروازہ اندر سے بند کر لینا۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر مجھے گھر میں رہنے ہی نہ دیا جائے تو کیا کروں؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پھر تم ان لوگوں کے پاس چلے جانا جن میں سے تم ہو اور ان میں شامل ہو جانا۔ انہوں نے عرض کی میں تو اپنا اسلحہ پکڑ لوں گا،، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پھر تم بھی ان میں شریک سمجھے جاؤ گے۔ اس لیے اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تلوار کی دھار سے تمہیں خطرہ ہے تو تم اپنی چادر اپنے چہرے پر ڈال لینا تا کہ وہ اپنا اور تمہارا گناہ لے کر لوٹ جائے۔

(مسند امام احمد، ٢١٦٥١، ابوداؤد، ٤٢٦١، ٤٤٠٩، ابن ماجہ ٣٩٥٨، صحیح ابن حبان احمد شاکر اور البانی نے کہا حدیث صحیح ہے۔

نوٹ: ۔ حجارۃ الزیت یہ مدینہ میں کسی مقام کا نام ہے جہاں کالے رنگ کے

پتھر ہوتے ہیں۔ (یہ حوالہ سنن ابی داؤد کے حاشیہ کا ہے)

اس حدیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مستقبل کے ہر ہر لمحے کی خبر ہے۔ ساتھ ساتھ اس دور کے صحابی کا عقیدہ بھی دیکھیں کہ میرا ان فتنوں میں کیا ہوگا یا میں نے کیا عمل کرنا ہے وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں۔ اس لیے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال (تم اس وقت کیا کرو گے) کے جواب میں کہہ رہے تھے کہ اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔

کیا تم جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں اکٹھا کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۱۷) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی یہ نداسنی نماز کی جماعت ہونے والی ہے۔ میں مسجد میں گئی اور میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی تو نماز کے بعد آپ مسکراتے ہوئے منبر پر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا ہر شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو میں نے تم کو کیوں اکٹھا کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا میں نے تم کو کسی چیز کی رغبت دلانے یا کسی چیز سے ڈرانے کے لیے نہیں جمع کیا میں نے تم کو صرف اس لیے جمع کیا ہے کہ قبیلہ تمیم داری کا ایک نصرانی شخص تھا۔ اس نے آ کر مجھ سے بیعت کی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس نے مجھے ایک خبر دی جس کے مطابق میں تم کو مسیح دجال کے سلسلہ میں بیان کر چکا ہوں۔ الخ

(صحیح مسلم الحدیث ۷۲۰۵)

قرآن کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا اللہ

ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۱۸) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالمنذر کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے پھر فرمایا تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم......الخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوالمنذر تمہیں یہ علم مبارک ہو۔ (اور ایک روایت میں ہے) آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک اس کی زبان ہے اور ہونٹ ہیں یہ عرش کے نیچے اپنے رب کی پاکی بیان کرتی ہے۔

(صحیح مسلم ۱۷۸۲، مصنف عبدالرزاق ۶۰۰۱)

کونسا صدقہ سب سے افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۱۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: وہ ہدیہ جو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو پیش کرے خواہ وہ روپیہ پیسہ ہو، خواہ جانور کی پشت (سواری) ہو، خواہ بکری کا دودھ ہو یا گائے کا دودھ۔

(مسند احمد ۴۱۵ ٤، مسند ابویعلی ۵۱۲۱)

شعیب الارنؤ وط نے کہا حدیث حسن لغیرہ ہے۔

کیا تم جانتے ہو یہ لکیریں کیسی ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۲۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین، پر چار لکیریں کھینچیں اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکیریں کیسی ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل چار عورتیں ہوں گی۔ (۱) خدیجہ بنت خویلد (۲) فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۳) مریم بنت عمران (۴) آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن (آسیہ فرعون کی بیوی تھیں)

(مسند احمد ۲۶۶۸، ۲۹۰۳)

شعیب الارنؤط نے کہا حدیث صحیح ہے۔

"اے لوگو اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی عظیم چیز ہے" نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تم جانتے ہو وہ کونسا دن ہوگا؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۲۱) حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کسی سفر پر تھے۔ تو یہ آیت يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ (اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی عظیم چیز ہے) نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے ان دو آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کان میں اس کی آواز پہنچی تو انہوں نے اپنی سواریوں کو قریب کیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد آ کر کھڑے ہو گئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تم جانتے ہو وہ کون سا دن ہوگا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نے عرض کیا۔ اللہ ورسولہ اعلم اللہ اوراس کے رسول کوزیادہ علم ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو پکار کر کہے گا اے آدم! جہنم کا حصہ نکالو، وہ پوچھیں گے جہنم کا حصہ کیا ہے؟ تو ارشاد ہوگا کہ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنم کے لیے نکال لو، یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رونے لگے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قربت پیدا کرواور راہِ راست پر رہو،، تمام امتوں میں تم لوگ صاف کپڑے میں ایک نشان کی مانند ہوگے۔ لیکن پھر بھی مجھے امید ہے کہ اہلِ جنت کا ایک چوتھائی حصہ ہوگے۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہوگے۔

(مسند احمد٢٠١٢٥۔ ترمذی ٣١٦٩، مستدرك حاكم ٧٨)

امام حاکم اور ذہبی نے کہاحدیث صحیح ہے۔ احمد شاکر اورالبانی نے کہاحدیث صحیح ہے۔

آج کونسا دن ہے؟ یہ کونسا مہینہ ہے؟ یہ کونسا شہر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(٢٢) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: یادرکھو! زمانہ اپنی اس اصلی حالت پر واپس آگیا ہے جس پر وہ اس دن تھا جب اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں جن میں سے چار مہینے شہرِ حرم ہیں۔ ان میں سے تین تو مسلسل ہیں۔ یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ اورمحرم اور چوتھا مہینہ رجب ہے۔ جو جمادی الثانی اورشعبان المعظم کے درمیان آتا ہے۔ پھر فرمایا یہ بتاؤ کہ آج کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اوراس کے رسول کوزیادہ علم ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنی دیر خاموش رہے کہ ہم یہ سمجھے شاید آپ اس کا کوئی

دوسرا نام بتائیں گے۔ لیکن آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں؟ پھر فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ ورسولہ اعلم، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ اتنی دیر خاموش رہے کہ ہم یہ سمجھے شاید نبی علیہ الصلوۃ والسلام اس کا کوئی دوسرا نام بتائیں گے۔ لیکن آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں؟ پھر فرمایا یہ کون سا شہر ہے۔ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ حسب سابق خاموش رہے پھر فرمایا یہ شہر حرم نہیں ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تمہاری جان اور مال (عزت و آبرو) ایک دوسرے کے لیے اس طرح قابل احترام ہے جیسے اس شہر میں اس مہینے کے اس دن کی حرمت ہے اور عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا، یاد رکھو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو، کیا میں نے پیغام الٰہی پہنچا دیا؟ تم میں سے جو موجود ہیں، وہ غائبین تک یہ پیغام پہنچا دیں کیونکہ بعض اوقات جسے پیغام پہنچایا جاتا ہے وہ سننے والے سے زیادہ اسے محفوظ رکھتا ہے۔

(مسند احمد، ٢٠٦٥٧، ابو داؤد ١٩٤٧)

احمد شاکر اور البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا۔

کیا تم جانتے ہو اس نے کیا دعا کی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(٢٣) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ حلقے میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک آدمی کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، رکوع و سجود کے بعد جب وہ بیٹھا تو تشہد میں اس نے یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْجَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

"اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیوں کہ تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور بڑے جلال اور عزت والا ہے اے زندگی دینے والے اے قائم رکھنے والے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم جانتے ہو کہ اس نے کیا دعا کی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس نے اللہ سے اس کے اسمِ اعظم کے ذریعے دعا مانگی ہے کہ جب اس کے ذریعے دعا مانگی جائے تو اللہ اسے ضرور قبول کرتا ہے اور جب اس کے ذریعے سوال کیا جائے تو وہ ضرور عطا کرتا ہے۔

(مسند امام احمد ۱۲۶۳۸، ابوداؤد ۱۳۹۵، صحیح ابن حبان ۸۹۳)

احمد شاکر اور شعیب الارنؤط نے کہا حدیث صحیح ہے۔

قیامت کے دن عرش الٰہی کی طرف سبقت لے جانے والے لوگ کون سے ہوں گے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۲۴) عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو قیامت کے دن عرش الٰہی کی طرف سبقت لے جانے والے لوگ کون ہوں گے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے کہ اگر انہیں ان کا حق مل جائے تو قبول کر لیتے ہیں جب مانگا جائے

تو دید یتے ہیں اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرتے ہیں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔

(مسند احمد، ۲٤۲٦۰، ۲٤۲۷۹)

احمد شاکر نے کہا حدیث صحیح ہے۔

نوٹ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ قیامت کے دن کے معاملات کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہے۔

کیا تم جانتے ہو کہ زمین کا خبر دینے سے کیا مراد ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا "جس دن زمین اپنی ساری خبریں بیان کر دے گی۔ اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی خبروں سے کیا مراد ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: زمین کی خبروں سے مراد یہ ہے کہ زمین ہر مرد وعورت کے متعلق ان تمام اعمال کی گواہی دے گی جو انہوں نے اس کی پشت پر رہ کر کیے ہوں گے اور وہ کہے گی تو نے فلاں دن فلاں عمل کیا تھا۔ یہ مراد ہے زمین کی خبروں سے۔

(مسند احمد، ۸۸۵۳، ترمذی، ۳۳۵۳، مستدرک حاکم ج۲،ص۲۵٦)

امام ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔ امام حاکم اور ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے، احمد شاکر نے کہا حدیث حسن ہے۔

کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا رب کیا کہتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۲٦) حضرت کعب بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں

قبلہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ ہم کل سات آدمی تھے جن میں سے چار ہمارے آزاد کردہ غلام تھے اور تین اصل نسل عرب، اسی اثناء میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نماز ظہر کے لیے تشریف لے آئے، ہمارے پاس پہنچ کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا کہ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ہم نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ! نماز کا انتظار کررہے ہیں۔ نبی ﷺ تھوڑی دیر کے، پھر سر اٹھا کر فرمایا تم جانتے ہو کہ تمہارا رب کیا کہتا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تمہارا رب کہتا ہے کہ جو شخص اپنے وقت پر نماز ادا کرتا ہے، اس کی پابندی کرتا ہے اسے ہلکا سمجھ کر اس کا حق ضائع نہیں کرتا میرا اس سے وعدہ ہے کہ اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو شخص بروقت نماز نہیں پڑھتا، اس کی پابندی نہیں کرتا اور اسے ہلکا سمجھ کر اس کا حق ضائع کرتا ہے تو اس سے میرا کوئی وعدہ نہیں۔ چاہوں تو اسے عذاب دوں چاہوں تو معاف کردوں۔

شیخ ناصر الدین البانی حنبلی المتوفی ۱۴۳۵ھ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

اخرجه الطحاوی فی مشکل الاثار ۲۲۶،۲۲۵/۴ ورجاله ثقات، غیر اسحاق هذا فانه مجهول الحال لکنه لم یتفرد به، فقد رواه عیسیٰ بن المسیب البجلی عن الشعی عن کعب بن عجرة به اخرجه احمد ۲۴۴/۴ ورجاله ثقات، غیر عیسیٰ هذا فانه ضعیف، وقد وثق فالسند بمجوع الطریقین حسن، فاذاضم الی طریق زمعه صار الحدیث بمجموع ذلك صحیحا ان شاء الله تعالیٰ

''امام طحاوی نے مشکل الاثار ۴/ ۲۲۶،۲۲۵ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے

اوراس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔سوائے اسحاق کے وہ مجہول الحال ہے لیکن اسحاق اس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد نہیں ہے۔تحقیق عیسیٰ بن میسّب بجلی نے اسے شعبی عن کعب بن عجرہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ امام احمد نے اس حدیث کو ۴/۲۴۴ پر تخریج کیا ہے۔اوراس کے راوی ثقہ ہیں۔سوائے عیسیٰ کے پس یہ ضعیف ہے اور تحقیق اس کی توثیق کی گئی ہے پس حدیث کی سند تمام طرق کے ساتھ حسن ہے اور جب اس روایت کو حضرت زمعہ کی سند سے ملایا جائے تو حدیث اس سارے مجموعہ کے ساتھ صحیح ہو جائے گی۔ان شاءاللہ تعالیٰ

(سلسلة الاحاديث الصحيحه حديث ٨٤٢)

مخلوق خدامیں سب سے پہلے جنت میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اوراس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۲۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مخلوقِ خدا میں سے سب سے پہلے جنت میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔اللہ ورسولہ اعلم۔اللہ اوراس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جنت میں سب سے پہلے مخلوق خدا میں سے وہ فقراء اور مہاجرین داخل ہوں گے۔جن کے آنے پر دروازے بند کردیئے جاتے تھے۔ان کے ذریعے ناپسندیدہ امور سے بچا جاتا ہے۔وہ اپنی حاجات اپنے سینوں میں لیے ہوئے ہی مرجاتے تھے۔لیکن انہیں پورا نہیں کرسکتے۔اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں سے جسے چاہے گا حکم دے گا ان کے پاس جاؤ اورانہیں سلام کرو۔فرشتے عرض کریں گے ہم آسمانوں کے رہنے والے اور تیری

مخلوق میں منتخب لوگ اور تو ہمیں ان کو سلام کرنے کا حکم دے رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ ایسے لوگ تھے جو صرف میری ہی عبادت کرتے تھے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ ان پر دروازے بند کر دیئے جاتے تھے۔ ان کے ذریعے ناپسندیدہ امور سے بچا جاتا تھا۔ اور یہ اپنی ضروریات اپنے سینوں میں لیے مر جاتے ہیں اور انہیں پورا نہ کر پاتے ہیں۔ چنانچہ فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور ہر دروازے سے ان پر آواز لگائیں گے کہ تم پر سلام ہو کہ صبر کیا اور آخرت کا گھر کتنا بہترین ہے۔

(مسند احمد ۷۵۷۰، ۷۵۷۱)

شعیب الارنؤط اور احمد شاکر نے کہا حدیث صحیح ہے۔

لکڑی گاڑ کے پوچھا یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۲۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سامنے ایک لکڑی گاڑی اور دوسری اس کے قریب اور تیسری اس سے دور گاڑی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے اور یہ اس کی امیدیں ہیں جو درمیان سے نکل نکل کر اس تک پہنچتی ہیں۔

(مسنداحمد ۱۱۰۷٤)

احمد شاکر نے کہا حدیث حسن ہے۔

بیت المعمور کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۲۹) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے

پوچھا کیا تم جانتے ہو بیعت المعمور کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا وہ آسمان پر خانہ کعبہ کی شکل کی مسجد ہے جس میں کوئی ایک ہی بار سجدہ کرسکتا ہے۔ اس میں ہر روز ۷۰ ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں جو ایک بار پڑھتا ہے دوبارہ اس کی باری نہیں آتی۔

(سلسلة الاحاديث الصحيحه ج ۱، حديث ٤٧٧)

جمعہ کا دن کیا ہے؟ حضرت سلمان فارسی h نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۳۰) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ پھر دوسری بار آپ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے تیسری یا چوتھی بار پھر فرمایا۔ یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم (کی تخلیق) کو جمع کیا گیا۔ اس دن جو مسلمان وضو کر کے مسجد میں جائے پھر اس وقت تک خاموش بیٹھا رہے حتیٰ کہ امام اپنی نماز پڑھے تو یہ عمل اس جمعہ اور اس کے بعد کے جمعہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے بشرطیکہ اس نے خونریزی سے اجتناب کیا ہو۔

(سنن الكبرىٰ للنسائی ١٦٦٥، طبرانی معجم الكبير ٢٠٨٩، مجمع الزوائد ج٢ ص ١٧٤، مستدرك حاكم حديث ١٠٥٦)

امام ہیثمی نے کہا اس کی سند حسن ہے۔ عبدالرزاق مہدی نے کہا اس کی سند حسن ہے۔ امام ذہبی اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ

ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۳۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بطحا کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہیں بٹھایا اور ان کے گرد ایک خط کھینچ کر فرمایا تم اس خط سے باہر نہ نکلنا۔ تمہارے پاس کچھ لوگ آئیں گے تم ان سے بات نہیں کرنا، وہ بھی تم سے بات نہیں کریں گے۔ پھر آپ ﷺ نے جہاں کا ارادہ کیا تھا وہاں تشریف لے گئے۔ میں اس خط کے اندر بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس کچھ لوگ آئے گویا کہ وہ حبشی ہیں میں ان کے بال اور بدن نہ تو ننگے دیکھتا تھا نہ ڈھکے ہوئے۔ وہ میری طرف آتے لیکن اس خط سے تجاوز نہ کر پاتے۔ پھر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف چلے جاتے۔ یہاں تک کہ رات کا آخری حصہ ہو گیا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں پوری رات نہیں سویا پھر میرے خط میں داخل ہوئے اور میری ران کو تکیہ بنا کر لیٹ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سوتے تو خراٹے لینے لگتے تھے۔ اس حال میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میری ران پر آرام فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ آئے انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے ان آنے والوں کے حسن و جمال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ لوگ مجھ تک آئے پھر ان میں سے ایک جماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے بیٹھ گئی اور دوسری آپ کے پیروں کے پاس۔ پھر انہوں نے کہا ہم نے کوئی بندہ ایسا نہیں دیکھا جیسے وہ کچھ دیا گیا ہو جو اس نبی کو عطا کیا گیا ہے۔ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔ ان کے لیے مثال بیان کرو کہ ایک سردار نے ایک محل تعمیر کرایا اور اس میں دستر خوان لگا کر لوگوں کو کھانے پینے کے لیے بلایا۔ پھر جس نے اس کی دعوت قبول کی اس نے کھایا پیا اور جس نے قبول نہیں کی اس نے اسے سزا دی یا عذاب دیا۔ پھر وہ لوگ چلے

گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نیند سے بیدار ہو گئے۔ اور فرمایا تم نے سنا ان لوگوں نے کیا کہا؟ جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں؟ میں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ فرشتے تھے۔ جو مثال انہوں نے بیان کی وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے جو مثال دی وہ یہ ہے کہ رحمٰن نے جنت بنائی اور لوگوں کو بلایا جس نے اس کی دعوت قبول کی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے انکار کیا اسے عذاب دیا گیا۔

(ترمذی ۲۸۶۱، سنن دارمی حدیث ۱۳)

امام ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔ البانی نے بھی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

بادل کے بارے میں ارشاد فرمایا یہ کیا ہے؟ ساتوں آسمانوں کا کتنا فاصلہ ہے؟ ساتوں زمینوں کا کتنا فاصلہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۳۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آسمان پر سے ایک بادل گزرا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ عنان ہے اللہ اس کو ان لوگوں کے پاس لے کر جا رہا ہے جو اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے اور اسے کبھی نہیں پکارتے۔ کیا تم جانتے ہو یہ تمہارے اوپر کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا۔ اس کا نام رقیع ہے۔ یہ ایک لپٹی ہوئی موج اور محفوظ چھت ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا پانچ سو سال

کا فاصلہ ہے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا! اللہ ورسولہ اعلم ۔اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ دوسرا آسمان ہے۔ کیا تم جانتے ہو تمہارے اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم ۔اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ یہاں تک کہ سات آسمان گنوانے کے بعد ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم ۔اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا اس کے اوپر عرش ہے۔ کیا تم جانتے ہو اس کے اور ساتویں آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم ۔اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نیچے کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم ۔اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا زمین ہے۔ کیا تم جانتے ہو اس کے نیچے کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم ۔اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا دوسری زمین ہے۔ کیا تم جانتے ہو ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم ۔اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا سات سو سال کا فاصلہ ہے۔ یہاں تک کہ ساتوں زمینیں گنوادیں۔ پھر فرمایا بخدا! اگر تم میں سے کوئی شخص اس سے لٹک کر ساتویں زمین تک اترنا چاہے تو اتر سکتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

(سنن ترمذی، ۳۰۸٤)

قال الترمذی هذا حدیث غریب من هذا الوجه ویروی عن ایوب ویونس بن عبید وعلی بن زید ، قالوا لم یسمع الحسن من ابی هریره۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اور ایوب یونس بن عبید اور علی بن زید سے منقول ہے کہ حسن بصری نے ابوہریرہ سے حدیث نہیں سنی۔

نوٹ: اس حدیث کو اور بھی سندوں سے روایت کیا گیا ہے مگر وہ سب کی سب سندیں ضعیف ہیں۔

جانتے ہو اس نے کیا کہا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۳۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک یہودی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کے پاس آیا اور کہا۔ السام علیکم (یعنی تم پر موت آئے) صحابہ نے اسے جواب دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس نے کیا کہا؟ عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ اے اللہ کے نبی اس نے سلام کیا ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ اس نے ایسی ایسی بات کہی ہے۔ جب اسے لائے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تم نے السام علیکم کہا ہے۔ اس نے بتایا کہ ہاں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ اہل کتاب میں سے جب کوئی تمہارے پاس آئے تو اسے یہ جواب دیا کرو کہ عَلَيْكَ مَا قُلْتَ (یعنی جو تو نے کہا تجھ ہی پر ہو) پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ یعنی جب وہ اہل کتاب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو ایسے الفاظ سے سلام کرتے ہیں۔ جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں کیا۔ (جامع ترمذی ۳۳۰۱،)

امام ترمذی نے کہا حدیث صحیح ہے، البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ دیکھیے (ارواء الغلیل ج ۵ ص ۱۱۷)

دو پتھروں کو پھینکا اور فرمایا کہ اس کی کیا مثال ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۳۴) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو اس اور اس کی کیا مثال ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو پتھروں کو پھینکا صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا وہ امید ہے یہ موت ہے۔

(جامع ترمذی، ۲۸۷۰)

شیخ ناصر الدین البانی کا ترمذی کی صحیح حدیث کو ضعیف قرار دینے میں سنگین غلطی اور مؤلف کا تعاقب:

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ البانی نے الترغیب والترھیب ص ۱۲۱۲ حدیث ۳۳۴۷ میں صحیح لغیرہ کہا ہے اور ضعیف ترمذی میں اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور شیخ البانی نے اسی روایت کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ حدیث ۳۴۲۸ میں بطور استشہاد کے پیش کیا ہے۔

نوٹ: شیخ ناصر الدین البانی حنبلی المتوفی ۱۳۳۵ کی تصحیح اور تضعیف میں تضاد ہے لہٰذا البانی کی تصحیح اور تضعیف کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

ترمذی کی اس حدیث کی سند یہ ہے۔

سند:

محمد بن اسماعیل از خلاد بن یحییٰ از بشیر بن المھاجر از عبداللہ بن بریدہ از حضرت بریدہ

سند کی تحقیق:

محمد بن اسماعیل: یہ محمد بن اسماعیل بخاری ہیں صحیح بخاری کے مصنف ہیں۔ جو امام،

حافظ، ثقہ، حجت اور امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ (فانظر کتب التعدیل)

خلاد بن یحییٰ: یہ خلاد بن یحییٰ السلمی الکوفی ہیں۔

امام ذہبی نے کہا: ثقہ یہم۔ یہ ثقہ ہیں اور انہیں وہم ہوتا ہے۔ (الکاشف: ۳۳۴)

امام احمد بن حنبل نے کہا:

ثقه او صدوق ولكن كنا يرى شيئا عن الارجاء

ثقہ یا سچا ہے۔ لیکن اس میں کچھ ارجاء دیکھا گیا ہے۔

(تهذيب الكمال ج۸، ص ۳٦۱)

محمد بن عبداللہ نمیر نے کہا:

صدوق الا ان فی حديثه غلط قليلا

سچا ہے لیکن اس کی حدیث میں تھوڑی غلطی ہے۔

(الجرح والتعديل ۳/الترجمه ۳٦۱)

امام ابوداؤد نے کہا: ليس به باس اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں۔

(تهذيب الكمال ج۸ ص ۳٦۱)

امام ابن حبان نے انہیں (کتاب الثقات ج ۱ ص ۱۱۸ پر) ذکر کیا ہے۔

امام عجلی نے کہا: ثقہ، امام حنبلی نے کہا: ثقہ، امام حاکم کہتے ہیں میں نے امام دارقطنی سے خلاد کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: ثقہ ہے۔ تقریب التہذیب ج ۲، ص ۲۲۲

امام ابن حجر عسقلانی نے کہا:

صدوق، رمی بالارجاء وهو من كبار شيوخ البخاری۔

سچا ہے ارجاء کی تہمت ہے۔ امام بخاری کے بڑے اساتذہ میں سے

ہے۔

(تقریب التہذیب ج۱،ص۲۷٦)

بشیرابن المہاجر:

بشر بن مہاجر پر علماء نے جرح بھی کی ہے اور تعدیل بھی کی ہے وہ علماء جنہوں نے ان کی تعدیل کی ہے وہ یہ ہیں۔

یہ بشیر بن المہاجر الغنوی ہیں۔

(۱) امام ذہبی نے کہا: ثقه فيه شیء۔ یہ ثقہ ہیں لیکن اس میں تھوڑا ضعف ہے۔

(۲) امام یحیٰی بن معین نے کہا: ثقہ (تہذیب الکمال ج۴،ص۱۷۸)

(۳) امام ابن عدی نے کہا:

وهو ممن يكتب حديثه وان كان فيه بعض الضعف

اگرچہ اس میں تھوڑا ضعف ہے لیکن اس کی حدیث کو لکھا جائے گا۔

(تہذیب الکمال ج٤،ص١٧٨)

(۴) امام عجلی نے کہا: ثقہ۔

(تہذیب التہذیب ج١،ص٤٦٦)

(۵) امام ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔

(کتاب الثقات ج١،ص٦١)

(٦) امام ابن ابی حاتم نے کہا:

يكتب حديثه ولا يحتج به

اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔

(تہذیب الکمال ج٤،ص١٧٨)

(۷) حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا:

صدوق لین الحدیث رمی بالارجاء

سچا ہے حدیث میں کمزور ہے ارجاء کی طرف اس کی نسبت کی گئی۔

(تقریب التهذیب ج۱،ص۱۷۸)

(۸) امام حاکم نے اس کی ایک حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی موافقت کی ہے۔ (مستدرک حاکم مع تلخیص الذہبی ج ۲ ص ۱۲۶)

(۹) ابن خلفون نے کہا:

ثقه قدتکلم فی مذهبه ونسب الی الارجاء

ثقہ ہے اس کے مذہب میں گفتگو کی گئی ہے ارجا کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔

(الکاشف ج۱ ص۱٦۸)

(۱۰) امام نسائی نے کہا: لیس به باس اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں۔

(تهذیب الکمال ج۱،ص۱٦٦)

(۱۱) امام حاکم نے کہا:

احتج به مسلم فی صحیحه

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس سے حجت پکڑی ہے۔

(تهذیب الکمال ج٤ ص۱۷۸)

اب جن محدثین نے بشیر بن المہاجر کی تضعیف کی ہے۔

(۱) امام احمد نے کہا: منکر الحدیث

(۲) امام نسائی نے کہا: لیس بالقوی، کتاب الضعفاء

(۳)امام زکریا الساجی نے کہا: منکر الحدیث عندہ مناکیر

(۴)امام عقیلی نے کہا: مرجی متھم متکلم فیہ (مرجیہ ہے اس پر جھوٹ کی تہمت ہے اس میں کلام ہے) منکر الحدیث

حدیث مذکورہ کے راویوں کے بارے میں خلاصہ جرح وتعدیل:

بشر بن المہاجر کی امام ترمذی کی تصحیح کے ساتھ گیارہ محدثین نے تھوڑا ضعف بیان کرنے کے ساتھ توثیق کی ہے اور چار محدثین نے تضعیف کی ہے اور امام نسائی سے توثیق اور تضعیف دونوں منقول ہیں۔ یہ نہ معلوم ہونے کی وجہ ہے کہ پہلے توثیق کی ہے یا تضعیف۔ لہٰذا امام نسائی کے قول سے توقف کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بشیر بن المہاجر حسن الحدیث ہیں۔

عبداللہ بن بریدہ: بخاری اور مسلم کے راوی ہیں۔

امام ذہبی نے کہا: ثقہ۔ الکاشف ج۲ص۸۶

امام یحییٰ بن معین اور امام ابوحاتم اور امام عجلی نے کہا: ثقہ ہے۔

(الجرح والتعدیل ۶۱/۵)

امام ابن خراش نے کہا: صدوق سچا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج۳،ص۵۶۹)

نوٹ:۔ عبداللہ بن بریدہ کا اپنے والد بریدہ بن حصیب سے سماع ثابت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ۔صحیح بخاری، کتاب المغازی حدیث ۴۳۵۰،اور البانی کی سلسلۃ الاحادیث صحیحہ ج ۷،ص ۹۵۷،۹۷۸ حدیث ۲۹۰۴،۲۹۱۴

بریدہ بن حصیب: یہ صحابی رسول ہیں۔

خلاصہ کلام:

یہ ہے کہ شیخ ناصرالدین البانی حنبلی المتوفی ۱۴۳۵ کا ترمذی کی روایت کو ضعیف کہنا بہت بڑا تسامح ہے۔ ترمذی کی یہ روایت حسن ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی نے خود حدیث کو حسن کہا ہے۔

لکڑی کی شاخ کو پکڑ کر جھاڑا فرمایا تم جانتے ہو اس کی کیا مثال ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۳۵) حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں ایک لکڑی کی شاخ تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے جھاڑا تو اس کے پتے گرنے لگے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو اس کی کیا مثال ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال تم میں سے کسی ایک کی ہے کہ جب وہ کھڑا ہوتا ہے نماز کے لیے تو اس کے گناہوں کو اس کے سر پر رکھ دیا جاتا ہے اور جب وہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے اس لکڑی کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

(شرح السنہ ج۳، ص ۱۵۰)

حدیث کی سند میں ہشام بن عمار مختلف فیہ راوی ہیں۔

وہ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے؟ اور وہ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے زیادہ لوگ جہنم میں جائیں گے؟ صحابہ نے

عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۳۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ وہ کون سی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے لوگ زیادہ جہنم کے اندر جائیں گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ زبان اور شرمگاہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے لوگ زیادہ جنت میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ کا خوف اور حسن اخلاق ہے۔

(شرح السنہ ج۱۳ ص۷۹)

اس حدیث کی سند میں داود بن یزید الاودی ضعیف ہیں لیکن الادب المفرد ۲۹۴، ترمذی ۲۰۰۵ میں اس کا صحیح شاہد ہے۔ جس کی وجہ سے شرح السنہ کی روایت بھی حسن ہے۔

ہوا سے درخت کے پتے جھڑنا شروع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا مثال ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۳۷) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہوا چلی اور درخت کے خشک پتے جھڑ گئے اور سبز پتے درخت کے ساتھ ہی رہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس درخت کی کیا مثال ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اس درخت کی مثال مومن کی ہے جب اللہ کے خوف سے

اس کی جلد کانپتی ہے تو گناہ اس سے جھڑ جاتے ہیں اور نیکیاں باقی رہتی ہیں۔

(الترغیب والترھیب ۴۸۵۶ اسنادہ ضعیف)

یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۴۷) حضرت اسماعیل بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ابورغال کی قبر کے پاس سے گزرے ارشاد فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: یہ ابورغال کی قبر ہے جو قوم ثمود میں سے تھا۔ جب قوم ثمود میں عذاب آیا تو یہ حرم میں تھا۔ حرم میں عذاب نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ لیکن جب یہ حرم سے باہر آ گیا تو وہی عذاب اس پر بھی آ گیا۔ اس کو اس جگہ دفن کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ سونے کی سلاخ بھی دفن کی گئی ہے۔ اگر تم اس کی قبر کھودو گے تو وہ تمہیں مل جائے گی۔ یہ سن کر لوگ اس کی قبر کی طرف دوڑے اور قبر کھود کر وہ سلاخ نکال لی۔

(مصنف عبدالرزاق ۲۰۹۹)

اس حدیث کی سند مرسل ہے۔

سند کی تحقیق:

حدیث مرسل فقہاء مالکیہ، فقہاء احناف اور امام احمد بن حنبل کے ایک قول کے مطابق مطلقاً مقبول ہے۔ فانظر

(شرح نخبة الفکر لابن حجر عسقلانی ص ۵۲)

نیز دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے صحیح اور ضعیف شاہد بھی ہیں۔

صحیح شاہد:

مسند احمد۶۰۹۲، صحیح ابن حبان ۶۱۹۷، مسند بزار۱۸۴۴، مستدرک حاکم ج۲،ص۳۴۰، مجمع الزوائد ج۷ص۵۰ پرموجود ہے۔امام حاکم نے کہا حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے اورامام ذہبی نے بھی موافقت کی ہے۔امام ہیثمی نے کہا: رجال احمد رجال الصحیح ،حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ج۱ص۲۰۴ پر کہا۔ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ۔یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔احمد شاکر نے کہا حدیث صحیح ہے۔

اوراس حدیث کے ضعیف شاہد کے لیے دیکھیے ۔شرح المشکل الاثار تحقیق شعیب الارنؤط ۳۷۵۵،۳۵۶،۳۷۵۷۔

اسی طرح اس حدیث کاایک شاہد سنن ابی داؤد ۳۰۸۸ میں بھی ہے۔حافظ ابوالحجاج مزی نے ابوداؤد کی روایت کے بارے میں کہا۔ھٰذاحدیث حسن عزیز

(تھذیب الکمال ج٤،ص١١)

حافظ ابن کثیر نے سنن ابی داؤد کی روایت کے بارے میں لکھا۔

قلت :تفرد به بجير بن ابی بجير هذا، ولا يعرف الا بهذا الحديث ، ولم يروعنه سوى اسماعيل بن اميه قال شيخنا: فيحتمل انه وهم فی رفعه وانمايكون من كلام عبدالله بن عمرو عن زاملتيه قلت :لكن فی المرسل الذی قبله وفی حديث جابر ايضا شاهدا له

(حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ) میں کہتاہوں بجیر بن ابی بجیر اس حدیث میں متفرد ہیں

اور یہ اسی حدیث کے ساتھ معروف ہیں۔ (یعنی صرف اسی حدیث میں ان کا ذکر ہے اور کوئی روایت ان سے مروی نہیں ہے) اور اسماعیل بن امیہ کے علاوہ اور کسی نے ان سے روایت نہیں کیا۔ (حافظ ابن کثیر کہتے ہیں) ہمارے شیخ نے کہا یہ احتمال ہے کہ بجیر بن ابی بجیر کو اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے میں وہم ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرو عن زاملتیہ کا کلام ہو (حافظ ابن کثیر کہتے ہیں) میں کہتا ہوں لیکن حدیثِ مرسل (اسماعیل بن امیہ والی) جو اس (بجیر بن ابی بجیر کی روایت) سے پہلے ہے اور حدیث جابر (مسند احمد والی) بھی اسی (بجیر بن ابی بجیر کی سنن ابی داؤد کی روایت) کے لیے شاہد ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج۱ ص ۲۰٤)

نوٹ: میں کہتا ہوں حدیث نمبر ۳۸، اسماعیل بن امیہ والی جو مرسل ہے۔ یہ اپنے تمام طرق کے ساتھ حسن لغیرہ ہے۔ ولاقوۃ الاباللہ۔

مال دار قیامت کے دن کم حصہ پانے والے ہوں گے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۳۹) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع کی طرف چلے۔ میں بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے چل پڑا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے دیکھا اور فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں حاضر ہوں اور میری جان آپ پر قربان۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ جو لوگ مالدار ہیں قیامت کے دن کم حصہ پانے والے ہوں گے۔ مگر وہ لوگ جو حق کی راہ میں اس اس طرح خرچ کریں۔ میں نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ پھر آپ نے تین بار یہی فرمایا۔ پھر ہمارے سامنے احد پہاڑ آ گیا تو فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کیا۔ میں حاضر ہوں یارسول اللہ۔ اور میری

جان آپ پر قربان ۔فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ محمد ﷺ کی پیروی کرنے والوں کے پاس سونے کے پہاڑ ہوں یا دینار بھی یا فرمایا ایک مثقال بھی۔ پھر ہمارے سامنے ایک وادی آئی ۔تو آپ ﷺ اس کی طرف کو چل پڑے۔ میں نے یہ گمان کیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاجت کے لیے جا رہے ہیں۔ میں وادی کے کنارے پر ایک منڈیر پر بیٹھ گیا۔ آپ کو دیر ہو گئی۔ مجھے آپ ﷺ کے بارے خطرہ محسوس ہوا۔ پھر میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سنی جیسے آپ کسی سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے ہوں۔ پھر آپ اکیلے ہی وادی سے میرے پاس تشریف لائے۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کس سے باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم نے سنا۔ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا جبرئیل تھے۔ آ کر یہ خوشخبری دے گئے ہیں کہ میری امت میں سے جو شخص اس حالت میں مرے گا کہ اللہ کا کسی کو شریک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا اگر چہ اس نے زنا یا چوری کی ہو۔ فرمایا ہاں۔

(بخاری، ٦٤٤٣، الادب المفرد ٨٠٣، مسلم ج٣، ص٧٦، ترمذی ج٣ص٢٦٩)

زنا، چوری، شراب خوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۴۰) حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم زنا، چوری اور شراب خوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم ۔اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ سب بے حیائیاں ہیں اور ان پر عذاب ہوگا۔ ہاں! سب سے بڑا گناہ نہ تمہیں بتاؤں۔ وہ ہیں اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ ﷺ اس وقت تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اس کے بعد آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: جھوٹ ۔(الادب المفرد: ۳۰)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

میں ایسی رفتار سے کیوں چل رہا ہوں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۴۱) ثابت سے مروی ہے کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے بالا خانہ کے اوپر ایک زاویہ میں تھے کہ اذان کی آواز سنی ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اترے تو میں بھی اترا۔ انہوں نے نزدیک نزدیک قدم رکھے۔ انہوں نے کہا میں زید بن ثابت کے ساتھ تھا۔ تو وہ بھی میرے ساتھ ایسی ہی رفتار سے چل رہے تھے۔ اور فرمایا تھا کیا تم جانتے ہو کہ میں ایسی رفتار سے کیوں چل رہا ہوں اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی رفتار سے چلتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کیا تم جانتے ہو کہ میں ایسی رفتار سے کیوں چل رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم ۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا تاکہ نماز کی طلب میں ہمارے قدم کی گنتی زیادہ ہو جائے ۔ (الادب المفرد ۔۴۶۳)

اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔

اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے تلچھٹ کے زمانے میں اکیلے رہ جاؤ گے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۴۲) حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے پاس تشریف لائے ۔ ہم اس مجلس میں تھے جس میں عمرو بن عاص اور ان کے بیٹے بھی تھے۔ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے تلچھٹ کے

زمانہ میں اکیلے رہ جاؤ گے۔ان کی وعدے اور امانتیں خلط ملط ہو جائیں گی۔پھر وہ اس طرح ہو جائیں گے ۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا جو نیک بات ہو اس پر عمل کرنا اور جو بری بات ہو اس کو چھوڑ دینا۔اپنے خاص لوگوں کی طرف آنا اور عام لوگوں کو چھوڑ دینا۔

(طبرانی ٥٨٦٤،٥٩٨٤، صحیح ابن حبان ٥٩٥١، مصنف عبدالرزاق ٢٠٧٤١، مجمع الزوائد ج٧ ص٢٧٩)

امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، ٤٨٠، سلسلة الاحادیث صحیحه ج١ ص٤١٦، حدیث ٢٠٦)

تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(٤٣) حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ کی بارگاہ میں کھجوریں اور چھوہارے پیش کیے گئے۔تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو کھایا تو صرف گٹھلیاں باقی رہ گئیں اور وہ کھجوریں جو کھانے کے قابل نہیں تھیں۔ پس نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ خیر چلی جائے گی خیر تم میں باقی نہیں رہے گی مگر اس گٹھلیوں کے مقدار۔

(طبرانی ٤٤٩٣، صحیح ابن حبان ١٨٣٢، التاریخ الکبیر لامام بخاری ٣٣٢/١/٢، مستدرک ج٤ ص٤٣٤)

امام حاکم نے کہا حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی موافقت کی ہے۔

کیاتم جانتے ہو میرے اللہ نے مجھے آج رات کیا اختیار دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۴۴) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جگہ پر اترے تو رات کے وقت میں بیدار ہو گیا۔ اچانک دیکھا تو لشکر میں اپنی سواری کے علاوہ کسی اور کا پچھلا حصہ لمبا نہ دیکھا۔ ہر ایک نے اپنی سواری کو زمین پر بٹھایا ہوا تھا۔ میں اٹھا اور لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر تک پہنچ گیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں موجود نہ تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ بستر پر رکھا تو وہ ٹھنڈا تھا۔ چنانچہ میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے آگے گیا۔ آپ کو کہیں لے جایا گیا تھا۔ میں پورے لشکر سے گزر گیا اور ایک سیاہ نشان دیکھا۔ میں نے پتھر پھینکا جو اس سیاہ نشان تک پہنچا۔ وہاں معاذ بن جبل اور عبید بن جراح تھے۔ اور ہمارے سامنے چکی چلنے یا ہوا کی وجہ سے بھاگنے والی آواز آرہی تھی۔ چنانچہ ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اے بھائیو! صبح تک یہیں ٹھہرے رہو یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لے آئیں۔ چنانچہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہم وہاں رکے رہے۔ پھر کسی نے آواز دی یہاں معاذ بن جبل، عبیدا بن جراح اور عوف بن مالک موجود ہیں۔ ہم نے کہا ہاں۔ اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری طرف تشریف لے آئے۔ ہم آپ کے ہمراہ تھے۔ نہ ہم نے آپ سے کچھ پوچھا نہ آپ نے بتایا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بستر پر آبیٹھے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میرے اللہ نے مجھے آج رات کیا اختیار دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو وہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل فرماتا ہے یا پھر میں شفاعت کر سکتا ہوں۔ جس پر میں نے شفاعت کا حق لیا ہے۔

ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ سے دعا کیجیے کہ ہم جنتیوں میں شمار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ شفاعت ہر مسلمان کے لیے ہوگی۔

مستدرك حاكم ج١ ص١٠٩ حديث ٣٦، ، طبراني معجم الكبير ج١٨، ص ٦٨ مسند احمد ٢٤٥٠٣، بن ماجه ٤٣١٧)

امام حاکم اور ذہبی نے مسلم و بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

دیکھو یہ نمازی دکھلاوا تو نہیں کر رہا؟ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۴۵) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں کسی کام کے لیے نکلا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اچانک دیکھا۔ لگتا ہے کہ آپ ﷺ کو کوئی کام تھا۔ لہٰذا میں ایک طرف ہوگیا اور بار بار چھپتا رہا۔ آخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے دیکھ ہی لیا اور ساتھ ہی حاضر ہونے کا اشارہ فرمایا۔ میں خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ چنانچہ ہم چلنے لگے۔ یکا یک دیکھا تو ہمارے سامنے ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا جو رکوع و سجود کیے جا رہا تھا۔ اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دیکھتے ہو یہ دکھلاوا تو نہیں کر رہا؟ میں نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور تین مرتبہ میرے سامنے ہاتھ اٹھائے اور نیچے کیے اور فرماتے گئے۔ ''درمیانی قسم کی عبادت کرو وہی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جو شخص دین کو اپنے قابو میں لینا چاہتا ہے تو یہ اس کے قابو میں نہیں ہوسکتا۔ (مستدرک حاکم حدیث ۱۲۰۵) امام حاکم اور امام ذہبی نے کہا حدیث صحیح ہے۔

ابودجانہ نے ہند بن عتبہ پر وار کیوں نہیں کیا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۴۶) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں میں نے دیکھا کہ ابودجانہ نے ہند بنت عتبہ کے سر پر وار کرنے کے لیے تلوار بلند کی تھی لیکن پھر انھوں نے اپنی تلوار نیچی کر لی تھی۔ اس پر وار نہیں کیا۔ حضرت زبیر بن عوام نے کہا میں نے کہا اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ (کہ ابودجانہ نے ہند پر وار کیوں نہیں کیا)

(دلائل النبوة بیهقی ج۳،ص ۲۳۲ - البدایه والنهایه ج٤،ص ۱۸۳)

تم زمانہ جاہلیت میں ٹوٹے ہوئے ستارے کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟ صحابی نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۴۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے ایک انصاری صحابی نے بیان کیا کہ وہ ایک رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ستارہ ٹوٹ کر گر پڑا اور اس کی وجہ سے روشنی پھیل گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ "تم جاہلیت میں اس قسم کے ستارے کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ انھوں نے کہا: اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ ہم یوں کہا کرتے تھے۔ آج رات کو عظیم آدمی پیدا ہوا ہے یا فوت ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے ستارے نہیں ٹوٹتے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ کرتا ہے تو حاملین عرش اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، پھر اس سے نچلے والے آسمان کے فرشتے اللہ کی تسبیح شروع کرتے ہیں، حتیٰ کہ آسمان دنیا والے فرشتے بھی

تسبیح میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ پھر (ساتویں) آسمان والے فرشتے حاملین عرش سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا کہا؟ وہ انھیں جواب دیتے ہیں کہ یہ کچھ کہا۔ اسی طرح ایک آسمان والے دوسرے سے پوچھتے ہیں اور بات چلتے چلتے آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے۔ (جب آسمانِ دنیا پر اللہ تعالیٰ کے فیصلے کی بات ہوتی ہے تو اس کے نیچے تک پہنچ جانے والے) جن بات اچک کر اپنے (شیطانی) اولیاء تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ (ان کو جلانے کے لیے) ان پر ستارے گرائے جاتے ہیں۔ وہ جو کچھ وہاں سے سن کر آتے ہیں وہ تو حق ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ کئی جھوٹ گھڑتے ہیں اور اپنی طرف سے اضافے کرتے ہیں۔

(ترمذی،، ٣٢٢٤، مسند احمد ج ١ ص ٢١٨، مشکل لآثار ٢٣٣٤، سنن الکبریٰ ١١٢٧٢، سلسلة الاحاديث الصحيحه ٣٥٨٧،)

البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

ایمان کا کون سا کڑا زیادہ مضبوط ہے؟ حضرت ابوذر غفاری نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۴۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ ایمان کا کون سا کڑا (یعنی نیک عمل) زیادہ مضبوط ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ کے لیے دوستی کرنا اور اللہ کے لیے دشمنی کرنا اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے بغض رکھنا

(طبرانی معجم الکبیر ١١٥٣٧، سلسلة الاحاديث الصحيحه ١٧٢٨)

البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔

تم جانتے ہو مسلم کون ہے؟ مومن کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے)

(۴۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم جانتے ہو مسلم کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے) فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، پھر پوچھا کیا تم جانتے ہو مومن کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے) فرمایا جس کی طرف سے دوسرے مومنین کی جان و مال محفوظ ہو اور اصل مہاجر وہ ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے اور ان سے اجتناب کرے۔

(مسند احمد:۷۰۱۷، ۶۹۲۵)

اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے) کے موضوع پر اور بھی بہت ساری احادیث ہیں۔ لیکن میں نے صرف انچاس احادیث ذکر کی ہیں چالیس اس لیے کہ میرا شمار بھی ان محدثین میں ہو جائے جنہوں نے اس امید پر چالیس حدیثیں جمع کی ہیں حضور ﷺ کی بشارت کے مطابق ان کا قیامت کے دن حشر فقہاء کے گروہ میں ہو جائے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔ ہر چند کہ میں گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں۔ محدثین اور فقہاء کی صف میں کھڑے ہونے کا مستحق نہیں ہوں لیکن جب اللہ معاف کرنے پر آتا ہے اور رحمت کرتا ہے تو یوں فرماتا ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○

(سورۃ الزمر:۵۳)

"تم فرماؤ اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتیاں کر چکے ہو' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ سارے گناہ معاف کر دے گا۔ بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔"

اور حضور اکرم رؤف رحیم کی شفاعت بھی کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایسی شفاعت فرمائیں کہ میں قبض روح کے وقت' قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت، حشر میں اٹھتے وقت، نامہ اعمال کھلتے وقت، اور ان کا وزن ہوتے وقت، پل صراط سے گزرتے وقت، جہنم کے حشر میں آتے وقت، پیاس سے زبانیں باہر آتے وقت، حوضِ کوثر کی طرف جاتے وقت، ہر قسم کے عذاب سے محفوظ و مامون کر دیا جاؤں۔

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

لمحہ فکریہ:

کسی حدیث کی سند کا صحیح ہونا یا ضعیف ہونا ان متفقہ اصول کی بنیاد پر ہے جو کتب اصولِ حدیث میں موجود ہیں ہر عالم ہر محدث اور ہر مکتبہ فکر انہی اصولوں کا محتاج ہے۔ ہاں! محدثین کے نزدیک بھی ان اصولوں میں اختلاف رہا ہے لیکن کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا کسی راوی پر جرح کرنا یہ بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی المتوفی ۸۵۲ لکھتے ہیں:

ولیحذر المتکلم فی ھذا الفن من التساھل فی الجرح والتعدیل فانه ان عدل بغیر ثبت کان کالمثبت حکماً لیس بثابت فیخشی علیه ان یدخل فی زمرة من روی حدیثا

وهو یری انہ کذب فھو احدالکاذبین وان جرح بغیر تحرز اقدم علی الطعن فی مسلم بریٔ من ذلك ووسمه بمیسم سوء یبقی علیه عاره ابدا

''فن جرح وتعدیل میں کلام کرنے والا تساہل سے بچے کیونکہ اگر اس نے بغیر دلیل وحجت کے کسی کو عادل قرار دیا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ایسا حکم ثابت کیا جو ثابت نہیں تھا تو اس پر خدشہ ہے کہ وہ کہیں ان لوگوں کی جماعت میں داخل ہو جائے (جن کے بارے میں حدیث پاک کے اندر وعید شدید ہے کہ) جس نے وہ حدیث روایت کی جس کے بارے اسے گمان ہے کہ یہ جھوٹ ہے (اس کے باوجود روایت کر ڈالی) تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے اور اگر اس نے بغیر احتیاط کے جرح کی تو اس نے جرح سے بری مسلمان میں طعنہ زنی کرنے پر قدم اٹھایا ہے اور اس پر وہ بڑا دھبہ لگایا ہے جس کی عار اس پر ہمیشہ رہے گی (اور یہ سخت گناہ ہے) (شرح نخبة الفکر ص ۱۷۶)

میں کہتا ہوں اس سے بڑا گناہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کو ضعیف کہہ دینا وہ بھی بغیر دلیل کے۔ کیونکہ کسی حدیث کو ضعیف کہنے کا معنی یہ ہے کہ سرکار ﷺ کا یہ فرمان ہی نہیں ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا کیا ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصولِ حدیث کی کتب میں لکھا ہے کہ اگر کسی حدیث کی سند ضعیف ہو تو اس حدیث کو مطلقاً ضعیف المتن نہ قرار دیا جائے۔

حافظ ابن صلاح شافعی المتوفی ۶۴۳ اپنی کتاب مقدمہ ابن صلاح ص ۱۵۷ پر حافظ

ابن کثیر شافعی المتوفی ۷۷۴ھ اپنی کتاب اختصار علوم الحدیث ص ۹۳ حافظ زین الدین عراقی شافعی المتوفی ۸۰۶ اپنی کتاب التبصرہ والتذکرہ ج ا ص ۳۲۴ اور امام جلال الدین سیوطی شافعی المتوفی ۹۱۱ھ اپنی کتاب تدریب الراوی ۳۴۸ پر لکھتے ہیں کہ

اذا وجدت حديث باسناد ضعيف، فلك ان تقول: هذا ضعيف وتعني بذلك الاسناد وليس لك ان تعني بذلك ضعفه مطلقا بناء على ضعف ذلك الطريق، اذلعل له اسناد اخر صحيحا، يثبت بمثله الحديث بل يقف جواز اطلاق ضعفه على حكم امام من ائمة الحديث وبانه ليس له اسناد يثبت به، مع ذلك الامام لبيان وجه الضعف مفسرا۔

''جب تمہیں کوئی حدیث سندِ ضعیف کے ساتھ ملے تو تمہیں یہ کہنا چاہیے کہ حدیث ضعیف الاسناد ہے۔ اس کو مطلقاً ضعیف نہیں کہنا چاہیے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اور سند صحیح ہو اور اس سند سے وہ حدیث ثابت ہو۔ بلکہ جب تک ائمہ حدیث میں سے کسی امام کی یہ صراحت نہ ملے اس حدیث کی کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے وہ حدیث ثابت ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس امام نے اس کی وجہ ضعف بھی تفصیلاً بیان کی ہو تو اس پر ضعیف کا اطلاق کرنے سے توقف کرنا چاہیے۔''

امام نسائی المتوفی ۳۰۳ھ کا مذہب یہ تھا

لایترك حدیث الرجل حتی یجتمع الجمیع علی ترکه

''کسی کی حدیث کو نہ چھوڑا جائے جب تک کہ تمام محدثین اس کی حدیث کو چھوڑنے پر اتفاق و اجماع نہ کریں۔''

(شرح نخبة الفکر ص۱۷٦)

میں کہتا ہوں کہ محدثین تو اتنی احتیاط کرتے تھے کہ کسی حدیث پر حکم لگانے سے پہلے دس ہزار مرتبہ سوچتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ کی کتب لم اجدہ (میری اس حدیث تک رسائی نہیں ہوئی) کے جملے سے بھری پڑی ہیں۔ جب کہ آج ان اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے اپنی خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے وہ لوگ جن کو اصولِ حدیث کا علم نہیں۔ محدثین کے اسلوب کا پتہ نہیں اور نہ ہی راویوں کے حالات سے باخبر ہیں۔ یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ ان کو اس کا علم ہو۔ جو لوگ عربی عبارت نہیں پڑھ سکتے محض اردو کی کتابوں اور دکان پر بیٹھ کر خود ہی مفتی بننے والے یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے۔ یہ ضعیف حدیث ہے کے جملوں سے فتاویٰ دینے والے، آج حضور ﷺ کی احادیث پر ضعف کا حکم لگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو اپنا رسالہ ''قرآن کو بے وضو نہیں چھو سکتے'' دیا اور کہا اس کو پڑھو۔ تو وہ مجھے کہتا ہے میں اس میں لکھی ہوئی احادیث کو نہیں مانتا ہوں۔ میں فلاں ڈاکٹر کی بات مانتا ہوں۔ اس کو کہتے ہیں منکرینِ حدیث جو ہر دوسرا بندہ بنا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ ایک آلو فروخت کرنے والا اپنی دکان پر بیٹھ کر فیصلہ کر رہا ہے کہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف۔

وہ محدثین جن کی ساری زندگی حدیث کی چھان بین میں گزر گئی۔ جنہوں نے دن رات سندِ حدیث پر کام کیا۔ حدیث کے طرق کو جمع کیا پھر اصولِ جرح و تعدیل، طبقات،

سیر پر کتابیں لکھیں۔ آج ان کی خدمات کو فراموش کر کے ہر بندہ محدث بنا بیٹھا ہے۔ ان سب باتوں کا سبب دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جس نے احادیث کی غلط تشریحات کی محدثین کے اسلوب کو چھوڑا۔ اپنے خودساختہ قوانین بنائے اور پھر اس کی ترویج کی اور بندر کے ہاتھ میں ماچس پکڑا دی۔ پھر وہ اپنی خواہش کے مطابق یہ کہتا نظر آیا کہ یہ حدیث صحیح ہے (کیونکہ یہ مُیرے مسلک کے مطابق ہے) یہ حدیث ضعیف ہے (کیونکہ یہ میرے مسلک کے خلاف ہے) میں ان حدیثوں کو نہیں مانتا۔ (کیونکہ میرے مسلک کے ڈاکٹر یا عالم نے اس کے خلاف بیان دیا ہے)

دوسرا وہ گروہ جس نے حدیث، اصولِ حدیث، جرح وتعدیل کو بالکل چھوڑ دیا اور دیگر علوم کو اپنا مشغلہ بنالیا۔ حالانکہ ان کے اندر یہ صلاحیت تھی کہ وہ ان تمام علوم کا احاطہ کر سکتے تھے ان کو پڑھ پڑھا کر عام کر سکتے تھے۔ لیکن یہ لوگ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ جس کی وجہ سے باطل قوت میں آیا اور اس نے حدیث اصول حدیث اور جرح وتعدیل پر اس زمانے میں وہ ظلم ڈھایا جس کی مثال نہیں ملتی۔ مدارس میں بھی ان علوم پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلباء میں اس علم کا شوق ہی نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس علم کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آج کسی کے سامنے اس علم کی بات کی جائے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ثقہ۔ ثبت۔ لاباس بہ، منکر، ضعیف، تدلیس وغیرہ یہ کیا باتیں ہیں۔ کسی درسِ نظامی کے طالب علم کے پاس اصولِ حدیث اور جرح وتعدیل کے موضوع پر کوئی کتاب ہی نہیں ہوتی۔ اس علم کو سیکھنا تو بڑے دور کی بات ہے اور جو کوئی اس پر کام کرنا چاہے تو اس کا حوصلہ یوں پست کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ یہ کیا لکھ رہے ہو اس کو کون پڑھے گا کوئی عوامی کام کرو۔ تم اسلاف کے طریقے کو چھوڑ رہے ہو۔ تم بہت آگے نکل گئے ہو۔ وغیرہ ذلک۔ بات بہت

طول پکڑ رہی ہے یہ میرے سینے میں حدیث کا درد تھا جو ان الفاظ میں باہر آیا۔ وگرنہ کسی پر تنقید کرنا مقصود نہیں ہے۔

میرا یہ رسالہ بنام اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ سب کے سامنے ہے۔ اس میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں اللہ ورسولہ اعلم کہا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آج بھی اللہ ورسولہ اعلم کہنا بالکل درست ہے۔ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد المتوفی ۱۴۳۵ھ کا یہ کہنا کہ صرف سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں کہہ سکتے تھے بعد میں نہیں کہہ سکتے یہ بات درست نہیں۔ اگر کسی کو میری اس تحقیق سے اختلاف ہے تو میں اس کے جواب کا منتظر ہوں۔ باقی حق کیا ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔

اللہ حق کو قبول کر کے نفس کو زیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ میری کاوش کو قبول فرمائے اور کل مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت نصیب فرمائے۔ اللہ میری میرے ماں باپ کی اور تمام مومنین کی قیامت کے دن بخشش فرمائے۔ آمین۔

......☆......

ماخذ و مراجع

قرآن

تفسیر ابن جریر

تفسیر ابن کثیر

معالم التنزیل

صحیح بخاری

صحیح مسلم

سنن ترمذی

سنن ابی داؤد

سنن ماجہ

سنن نسائی

مستدرک حاکم

موطا امام مالک

مسند احمد

مسند حمیدی

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد

مشکل الآثار

سنن الکبریٰ

سنن البیہقی

مصنف عبدالرزاق

مسند ابویعلیٰ

سنن دارمی

دلائل النبوۃ

صحیح ابن حبان

الادب المفرد

الترغیب والترھیب

فتح الباری بشرح صحیح بخاری

التمہید لابن عبدالبر

سیر اعلام النبلاء

البدایہ والنہایہ

طبقات الشافعیہ

تاریخ بغداد

تاریخ الکبیر

تہذیب الکمال

کتاب الثقات

تقریب التہذیب

دلیل الفالحین بطرق ریاض الصالحین

الاصابہ فی تمیز الصحابہ

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ

تذکرۃ الحفاظ

الکاشف

الجرح والتعدیل

مقدمہ ابن صلاح

الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث

تدریب الراوی

التبصرہ والتذکرہ

اعلام المقعین عن رب العالمین

علولعلی الطالبین

تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج

فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ

سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ

کتاب التوحید

فتح المجید شرح التوحید

نور العینین فی اثبات رفع الیدین

رسالہ الحدیث